بابت ماہ جنوری ۱۹۱۳ء | صفر ۱۳۳۱ھ

چندہ سالانہ عام عا طلباء عہ

فہرست مضامین

قادیان ضلع گورداسپور سے ۲۰-جنوری ۱۹۱۳ء کو صدر انجمن احمدیہ کے اہتمام سے شائع ہوا

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے ۔ لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

مذاہب عالم پر نظر

جلد (۱۲)

از جنوری ۱۹۱۳ء لغایت دسمبر ۱۹۱۳ء

ایڈیٹر: مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ ایل ایل بی

اسسٹنٹ ایڈیٹر۔ شیر علی۔ بی۔ اے

مطبع میگزین قادیان میں ماسٹر فقیر اللہ اسسٹنٹ مینیجر میگزین کے اہتمام سے چھپکر شائع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اختلافات بائیبل

(سلسلہ کے لیئے دیکھو نمبر ۱۲ جلد ۱۱)

(۸۶) سب جیتے چلتے جانور تمہارے کھانے کے واسطے ہیں مینے اُن سب کو نباتات کی مانند تمھیں دیا۔ (پیدائش باب ۹۔ ورس ۳)

نوٹ۔ مسیحیوں کے عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ انکے نزدیک استثنا باب ۱۴ کا حکم منسوخ یا غلط ہے اور انکے نزدیک وہی صحیح ہے جو پیدائش باب ۹ میں لکھا ہے کیونکہ وہ سوئر تک جسکو عہد عتیق میں ابدی حرام قرار دیا گیا ہے کھا جانے میں کوئی مضائقہ نہیں دیکھتے۔

(۸۶) لیکن اُن میں سے کہ جگالی کرتے ہیں یا انکے کھر چرے ہوئے ہیں تم انہیں مت کھائیو جیسے اونٹ اور خرگوش اور یربوع اس لیئے کہ یہ جگالی کرتے ہیں لیکن اُن کے کھر چرے ہوئے نہیں ہیں سو یہ تمہارے لیئے ناپاک ہیں اور سوئر بھی کہ اُسکے کھر چرے ہوئے ہیں پر جگالی نہیں کرتا وہ تمہارے لیئے ناپاک ہے تم انکا گوشت نہ کھائیو نہ انکی لاش کو ہاتھ لگائیو۔

(استثناء باب ۱۴۔ ورس ۷-۸)

(۸۷) پر میں تمھیں کہتا ہوں کہ ظالم کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو تیرے دہنے گال پر طمانچہ مارے

(۸۷) اُس نے اُنہیں کہا پر اب جس کے پاس بٹوا ہو لیوے اور اسی طرح جھولی بھی اور

دوسرا بھی اسکی طرف پھیر دے۔
(متی باب ۵۔ ورس ۳۹)

تب یسوع نے اُس سے کہا اپنی تلوار میان
میں کر کیونکہ جو تلوار کھینچتے ہیں تلوار ہی سے
مارے جائیں گے (متی باب ۲۶۔ ورس ۵۲)

(۸۸) میں صرف تمھارا ہی جان کے لہو کا بدلا
لونگا ہر ایک جانور سے اور ہر ایک آدمی
کے ہاتھ سے اُسکا بدلا لونگا آدمی کی جان کا
بدلا ہر ایک آدمی کے ہاتھ سے کہ اُسکا بھائی
ہے لونگا جو کوئی آدمی کا لہو بہاوے آدمی ہی
سے اُس کا لہو بہایا جائے گا کیونکہ خدا نے
انسان کو اپنی صورت پر بنایا ہے۔
(پیدائش باب ۹۔ ورس ۵-۶)

(۸۹) جب سبت کا دن گذر گیا مریم مگدلینی اور
یعقوب کی ماں مریم اور سلومے نے خوشبودار
چیزیں مول لیں تاکہ آن کر اُسپر ملیں اور ہفتے کے
پہلے دن بہت سویرے سورج نکلتے ہوئے
قبر پر آئیں (مرقس باب ۱۶۔ ورس ۱-۲)

(۹۰) اور آسا کی سلطنت کے پینتیسویں برس
تک پھر جنگ نہ ہوئی (۲ تواریخ باب ۱۵۔ ورس ۱۹)

(۹۱) غرض بعشا اپنے باپ دادوں میں شامل
ہو کے سویا اور ترضہ میں گاڑا گیا اور ایلاہ
اس کا بیٹا اسکی جگہ بادشاہ ہوا۔

جس پاس نہیں اپنے کپڑے بیچکے تلوار خریدے

انہوں نے کہا کہ دیکھ اے خداوند یہاں دو
تلوار ہیں اُس نے اُن سے کہا بہت ہے
(لوقا باب ۲۲۔ ورس ۳۶ اور ۳۸)

(۸۸) اور قاین نے اپنے بھائی ہابل سے
باتیں کیں اور جب دے دونوں کھیت میں تھے
تو یوں ہوا کہ قاین اپنے بھائی ہابل پر اُٹھا اور
اُسے مار ڈالا۔
تب خداوند نے اُسے کہا نہیں بلکہ جو کوئی قاین کو
مار ڈالیگا سات گنا بدلا اُس سے لیا جائیگا اور
خداوند نے قاین پر ایک نشان لگایا کہ جو کوئی اُسے
پاوے مار نہ ڈالے (پیدائش باب ۴۔ ورس ۸ اور ۱۵)

(۸۹) ہفتہ کے پہلے دن مریم مگدلینی
تڑکے ایسا کہ ہنوز اندھیرا تھا قبر پر آئی
اور پتھر کو قبر سے ٹالا ہوا دیکھا
(یوحنا باب ۲۰۔ ورس اوّل)

(۹۰) اور آسا اور شاہ اسرائیل بعشا کے درمیان
اُنکی تمام عمر لڑائی ہو رہی (۱ سلاطین باب ۱۵۔ ورس ۳۲)
آسا کی سلطنت کے چھبیسویں برس
میں اسرائیل کا بادشاہ بعشا یہوداہ پر چڑھ آیا
اور رامہ کو بنایا تاکہ یہوداہ کے بادشاہ آسا کے

اور شاہ یہوداہ آسا کی سلطنت کے چھبیسویں برس بعشا کا بیٹا ایلاہ ترضہ میں بنی اسرائیل کا بادشاہ ہوا (اسلاطین باب ۱۶- ورس ۶ اور ۸)

(۹۱) جا اور اُتر کی طرف پکار کے کہہ خداوند فرماتا ہے کہ اے برگشتہ اسرائیل پھر آ۔ مَیں آگے کو تم پر نہ گھرکونگا کیونکہ خداوند فرماتا ہے مَیں رحیم ہوں مَیں سدا تک اپنا غضب نہ رکھ چھوڑونگا۔

(یرمیاہ باب ۳- ورس ۱۲)

(۹۲) خداوند کی توریت کامل ہے کہ دل کی پھیرنے والی ہے خداوند کی شہادت سچی ہے کہ سادہ دلوں کو تعلیم دینے والی ہے

(زبور باب ۱۹- ورس ۷)

(۹۳) پر وہ مرد موسیٰ سارے لوگوں سے جو روئے زمین پر تھے زیادہ حلیم تھا

(گنتی باب ۱۲- ورس ۳)

[illegible]

یہاں کوئی شخص آنے اور جانے نہ پاوے

(۲- تواریخ باب ۱۶- ورس اول)

نوٹ- اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعشا اپنی موت سے دس سال بعد

(۹۱) اور تو از خود اُس میراث سے جو مَیں نے تجھے دی اپنے قصور کے باعث ہاتھ اُٹھائیگا اور مَیں اُس زمین میں جسے تو نہیں جانتا تجھ سے تیرے دشمنوں کی خدمت کراؤنگا کیونکہ تم نے جو میرے قہر کی آگ بھڑکائی سو ہمیشہ تک جلتی رہے گی (یرمیاہ باب ۱۷- ورس ۴)

(۹۲) اگر توریت کامل تھی تو یسوع مسیح نے پہاڑی وعظ میں توریت کے حکموں پر اور حکم بڑھانے کی کیوں کوشش کی؟

(۹۳) اور موسیٰ لشکر کے رئیسوں پر اور اُنپر جو ہزاروں کے سردار تھے اور اُنپر جو سینکڑوں کے سردار تھے جو جنگ کرکے پھرے غصے ہوا اور اُن کو کہا کہ کیا تم نے سب عورتوں کو جیتا رکھا دیکھو یے بلعام کے کہنے سے فغور کی بابت خداوند کے آگے اسرائیل کے گنہگار ہونے کا باعث ہوئیں چنانچہ خداوند کی جماعت میں وبا آئی سو تم اُن بچوں کو جتنے لڑکے ہیں سب کو قتل کرو اور ہر ایک عورت کو جو مرد کی صحبت سے واقف تھی جان سے مارو۔

(گنتی باب ۳۱- ورس ۱۴ تا ۱۸)

ایک مشرک بنانا عجیب !!! اس کی موت آسا کی سلطنت کے چھبیسویں سال میں واقع ہوئی اور اس سے آسا کی سلطنت کے چھتیسویں سال میں [illegible]

(۹۴) اور جس وقت ساؤل نے خداوند سے مشورت پوچھی خداوند نے اُسے کچھ جواب نہ دیا نہ تو خوابوں سے اور نہ اُریم سے اور نہ نبیوں کی معرفت سے (ا سموائیل باب ۲۸ - ورس ۶)

(۹۵) جب مردوں کی قیامت نہیں تو مسیح بھی نہیں جی اُٹھا...... ایک دم میں ایک پل میں پچھلا نرسنگا پھونکتے وقت کہ نرسنگا تو پھونکا جائیگا اور مُردے اُٹھ کے غیرفانی ہونگے اور ہم بھی بدل جائیں گے (۱- قرنتیوں باب ۱۵ - ورس ۱۳ اور ۵۲)

اس سے تعجب کرو کیونکہ وہ گھڑی آتی ہے کہ جسمیں وے سب جو قبروں میں ہیں اُس کی آواز سُنیں گے اور نکلیں گے جنہوں نے نیکی کی ہے زندگی کی قیامت کے واسطے اور جنہوں نے بدی کی ہے سزا کی قیامت کے لیئے (یوحنا باب ۵ - ورس ۲۸-۲۹)

(۹۶) اور جب یسوع کفرناحم میں داخل ہوا ایک صوبہ دار اُس پاس آیا اور اُس سے منت کرکے کہا کہ اے خداوند میرا چھوکرا جھولے کا مارا گھر میں پڑا اور نہایت دکھ میں ہے (متی باب ۸ - ورس ۵-۶)

(۹۴) اور اُس نے (ساؤل نے) خداوند سے سوال نہ کیا اِسواسطے اُس نے اُس کو مار ڈالا اور مملکت کے لوگوں کو یسّی کے بیٹے داؤد پر مائل کرایا (۱ تواریخ باب ۱۰ - ورس ۱۴)

(۹۵) جس طرح بدلی جاتی رہتی اور غائب ہو جاتی ہے اِسی طرح جو گور میں اُترا پھر اوپر نہ آوے گا - (ایوب ۷ - ورس ۹)

اسلیئے کہ زندے جانتے ہیں کہ ہم مرینگے پر مُردے کچھ بھی نہیں جانتے اور اُنکے لیئے اور کچھ اجر نہیں کیونکہ اُنکی یادگاری جاتی رہتی (واعظ باب ۹ - ورس ۵)

(۹۶) اور جب وہ (یسوع) لوگوں کو اپنی ساری باتیں سُنا چکا تو کفرناحم میں آیا اور ایک صوبہ دار کا غلام جو اُسکا بہت پیارا تھا بیماری سے مرنے پر تھا اُس نے یسوع کی خبر سُن کے یہودیوں کے کئی ایک بزرگوں کو اُس پاس بھیجکر اُسکی منت کی کہ آکر اُسکے غلام کو چنگا کرے (لوقا باب ۷ - ورس اول تا ۳)

(۹۷) اسی طرح ڈاکو بھی جو اُس کے ساتھ صلیب پر کھینچے گئے تھے اُسے طعنہ مارتے تھے

(متی باب ۲۷۔ ورس ۴۴)

اور انہوں نے بھی جو اُسکے ساتھ صلیب پر کھینچے گئے اُسے ملامت کی

(مرقس باب ۱۵۔ ورس ۳۲)

(۹۷) اور ایک اُن بدکاروں میں سے جو صلیب پر لٹکائے گئے تھے اُسے طعنہ مار کے کہتا تھا کہ اگر تُو مسیح ہے تو آپ کو اور ہم کو بچا دوسرے نے اُسے ملامت کرکے جواب دیا کیا تو بھی خدا سے نہیں ڈرتا جس حال کہ اسی سزا میں گرفتار ہے

(لوقا باب ۲۳۔ ورس ۳۹۔ ۴۰)

نوٹ۔ متی اور مرقس کہتے ہیں کہ دونوں چوروں نے مسیح کو طعنے مارے۔ لوقا کہتا ہے کہ دونوں نے طعنہ نہیں مارا صرف ایک نے مارا۔ بلکہ دوسرے نے بجائے طعنہ مارنیکے اپنے ساتھی کو جھڑکا کہ تُو مسیح پر کیوں طعنہ مارتا ہے۔

(۹۸) تب شاگردوں نے الگ یسوع پاس آکے کہا ہم کیوں اسکو نکال نہ سکے یسوع نے اُنہیں کہا اپنی بے ایمانی کے سبب کیونکہ مَیں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اگر تمھیں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہوتا تو اگر تم اِس پہاڑ سے کہتے کہ یہاں سے وہاں چلا جا تو وہ چلا جاتا اور کوئی بات تمھاری ناممکن نہ ہوتی

(متی باب ۱۷۔ ورس ۱۹۔ ۲۰)

(۹۸) اور جب وہ گھر میں آیا اُس کے شاگردوں نے خلوت میں اُس سے پوچھا کہ ہم اُسے کیوں نہ نکال سکے اُس نے انہیں کہا کہ یہ جنس سوا دُعا اور روزہ کے کسی اور طرح سے نکل نہیں سکتی

(مرقس باب ۹۔ ورس ۲۸۔ ۲۹)

نوٹ۔ ایک ہی واقعہ کے متعلق متی اور مرقس کا بیان مختلف ہے۔ ایک میں مسیح اپنے شاگردوں کو کہتا ہے کہ اگر انہیں رائی بھر بھی ایمان ہوتا تو اس دیو کو نکالنا تو کیا بات ہے اس سے بھی زیادہ مشکل کام کر سکتے۔ دوسری کتاب میں اسکی وجہ بے ایمانی بیان نہیں کی گئی بلکہ یہ کہا گیا ہے کہ یہ دیو خاص جنس کا تھا اسکے نکالنے کے لیئے دعا اور روزہ کی ضرورت تھی۔

(۹۹) تب پلاطوس نے اُس سے کہا کیا تو نہیں سُنتا کہ یہ تجھ پر کتنی گواہیاں دیتے ہیں پر اُس نے اُسکی ایک بات کا بھی جواب نہ دیا

(متی باب ۲۷ - ورس ۱۳-۱۴)

(۹۹) تب پلاطوس پھر دیوانخانہ میں داخل ہُوا اور یسوع کو بلاکے کہا کیا تو یہودیوں کا بادشاہ ہے یسوع نے اُسے جواب دیا تو یہ بات آپ سے کہتا ہے یا کہ اوروں نے میرے حق میں تجھ سے کہا ہے

(یوحنا باب ۱۸ - ورس ۳۳-۳۴)

(۱۰۰) اور اُس وقت سردار کاہن اور بزرگ اُس پر فریاد کر رہے تھے پر وہ کچھ جواب نہ دیتا تھا

(متی باب ۲۷ - ورس ۱۲)

(۱۰۰) تب سردار کاہن نے یسوع سے اُسکے شاگردوں اور اُسکی تعلیم کی بابت سوال کیا یسوع نے اُسے جواب دیا کہ مَینے آشکارا عالم سے باتیں کیں مَینے ہمیشہ عبادتخانوں اور ہیکل میں جہاں سب یہودی جمع ہوتے ہیں تعلیم دی اور پوشیدہ کچھ نہیں کہا

(یوحنا باب ۱۸ - ورس ۱۹-۲۰)

(۱۰۱) تسپر بھی اے یہوداہ کے بادشاہ صدقیاہ خداوند کا کلام سُن خداوند نے تیری بابت یوں کہا ہے کہ تو تلوار سے نہ مرے گا تو امن کی حالت میں مریگا

(یرمیاہ باب ۳۴ - ورس ۴-۵)

نوٹ - ناظرین غور فرماویں صدقیاہ کیا ہی عجیب امن کی حالت میں مرا -

(۱۰۱) اور بابل کے بادشاہ نے صدقیاہ کے بیٹوں کو اُسکی آنکھوں کے سامنے قتل کیا یہوداہ کے سارے سرداروں کو بھی ابلہ میں قتل کیا اور اُس نے صدقیاہ کی آنکھیں نکلوا ڈالیں اور بابل کے بادشاہ نے اُسکو پیتل کی زنجیروں سے جکڑا اور اُسے بابل لے گیا اور اُسکے مرنے کے دن تک اُسے قیدخانے میں رکھا

(یرمیاہ باب ۵۲ - ورس ۱۰-۱۱)

(۱۰۲) اسلیئے یہوداہ کے بادشاہ یہویقیم

(۱۰۲) اور یہویقیم اپنے باپ دادوں

کی بابت خداوند یوں کہتا ہے کہ اُس کی نسل میں سے کوئی نہ رہیگا جو داؤد کے تخت پر بیٹھے اور اُسکی لاش پھینکی جائیگی کہ دن کو گرمی میں اور رات کو پالے میں پڑی رہے۔ (یرمیاہ باب ۳۶- ورس ۳۰)

میں شامل ہو کے سو رہا اور یہویکین اسکا بیٹا اُسکی جگہ بادشاہ ہوا۔

(۲ سلاطین باب ۲۴- ورس ۶)

نوٹ۔ یرمیاہ میں لکھا ہے کہ یہویقیم کی لاش کھلی پھینک دی جائیگی۔ سلاطین میں لکھا ہے کہ وہ اپنے باپ دادوں میں مدفون ہوا۔ پھر یرمیاہ میں لکھا ہے کہ اُس کی نسل میں سے کوئی شخص اُسکا جانشین نہ ہوگا۔ سلاطین میں لکھا ہے کہ اُس کا بیٹا اُس کا جانشین ہوا۔

(۱۰۳) پس سب پُشتیں ابراہام سے داؤد تک چودہ پُشتیں ہیں اور داؤد سے بابل کو اُٹھ جانے تک چودہ پُشتیں اور بابل کو اُٹھ جانے سے مسیح تک چودہ پُشتیں ہیں

(متی باب اول- ورس ۱۷)

نوٹ - متی اپنی تردید آپ کرتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ ابراہام سے داؤد تک چودہ پُشتیں ہیں مگر شمار میں بجائے ۱۴ کے ۱۳ پُشتیں بیان کرتا ہے۔ ایک طرف وہ ابراہام سے بابل کو اُٹھ جانے تک ۲۸ پُشتیں بیان کرتا ہے مگر شمار کرتے وقت بجائے ۲۸ کے ۲۷ بیان کرتا ہے۔ پھر ایک طرف کہتا ہے کہ بابل کو اُٹھ جانے سے

(۱۰۳) (۱) ابراہام سے اضحٰق پیدا ہوا (۲) اضحاق سے یعقوب پیدا ہوا اور (۳) یعقوب سے یہوداہ اور اُسکے بھائی پیدا ہوئے اور (۴) یہوداہ سے پھارس اور زارح تمر کے پیٹ سے پیدا ہوا اور (۵) پھارس سے حصروم پیدا ہوا اور (۶) حصروم سے آرام پیدا ہوا اور (۷) آرام سے عمیناداب پیدا ہوا اور (۸) عمیناداب سے نحسون پیدا ہوا اور (۹) نحسون سے سلمون پیدا ہوا اور (۱۰) سلمون سے بوعز راحب کے پیٹ سے پیدا ہوا اور (۱۱) بوعز سے عوبید روت کے پیٹ سے پیدا ہوا اور (۱۲) عوبید سے یسّی پیدا ہوا اور (۱۳) یسّی سے داؤد بادشاہ پیدا ہوا اور (۱۴) داؤد بادشاہ سے سلیمان اُس سے جو اُوریاہ کی جورو تھی پیدا ہوا اور (۱۵) سلیمان سے رجعام پیدا ہوا اور (۱۶)

مسیح تک چودہ پشتیں ہیں مگر شمار
کرتے وقت پھر بھول جاتا ہے
اور بجائے ۱۴ کے ۱۳ ہی بیان کرتا
ہے۔ نیز ایک طرف لکھتا ہے کہ
ابراہام سے مسیح تک ۴۲ پشتیں
ہیں مگر شمار کرتے وقت وہ بھول
جاتا ہے اور بجائے ۴۲ کے صرف
۴۰ کا نام لیتا ہے۔ پادری صاحبان
فرمادیں کہ الہام الٰہی میں یہ غلطیاں
کیوں واقع ہوئیں۔

(باقی آئندہ انشاءاللہ تعالیٰ)

رجعام سے ابیاہ پیدا ہوا اور (۱۷) ابیاہ سے
اسا پیدا ہوا اور (۱۸) اسا سے یہوسفط پیدا
ہوا اور (۱۹) یہوسفط سے یورام پیدا ہوا اور
(۲۰) یورام سے عُزیاہ پیدا ہوا اور (۲۱) عُزیاہ
سے یوتام پیدا ہوا اور (۲۲) یوتام سے آخز
پیدا ہوا اور (۲۳) آخز سے حزقیاہ پیدا ہوا
اور (۲۴) حزقیاہ سے منسّی پیدا ہوا اور
(۲۵) منسّی سے امون پیدا ہوا اور (۲۶) امون
سے یوسیاہ پیدا ہوا اور (۲۷) یوسیاہ سے
یکونیاہ اور اُسکے بھائی جسوقت بابل کو اُٹھ
جانے پڑا پیدا ہوئے اور بابل کو اُٹھ جانے
کے بعد (۲۸) یکونیاہ سے سلتی ایل پیدا
ہوا اور (۲۹) سالتی ایل سے زروبابل پیدا
ہوا اور (۳۰) زروبابل سے ابیود پیدا ہوا
اور (۳۱) ابیود سے الیاقیم پیدا ہوا اور
(۳۲) الیاقیم سے عازور پیدا ہوا اور (۳۳)
عازور سے صدوق پیدا ہوا اور (۳۴) صدوق
سے اخیم پیدا ہوا اور (۳۵) اخیم سے الیود پیدا
ہوا اور (۳۶) الیود سے الیعزر پیدا ہوا اور (۳۷)
الیعزر سے متھان پیدا ہوا اور (۳۸) متھان سے
یعقوب پیدا ہوا اور (۳۹) یعقوب سے یوسف پیدا
ہوا جو شوہر تھا مریم کا جس (۴۰) سے یسوع جو مسیح
کہلاتا ہے پیدا ہوا (متی باب اول۔ ورس ۱ تا ۱۶)

مسیحی مذہب کی صداقت کا ایک نرالا ثبوت

کچھ عرصہ سے مسیحی صاحبان اپنے مذہب کی سچّائی ظاہر کرنے کے لئے ایک جدید دلیل پیش کر رہے ہیں۔ انہوں نے ایک طرف مغربی دنیا کو جو مسیحی دنیا کہلاتی ہے دیکھا کہ وہ مادی امور اور مشینوں کی ایجاد اور دولت کے جمع کرنے میں بہت ترقی کر گئی ہے۔ دوسری طرف مشرقی دنیا پر جو مسیحی مذہب کے سوا دوسرے مذاہب کی پیرو ہے نظر کی اور دیکھا کہ وہ اِن امور میں مغربی دنیا سے بہت پیچھے ہے اور جسقدر جنگی بیڑوں۔ تار برقی۔ ہوائی جہازوں اور زمین کے خزانوں کا سامان آجکل مسیحی دنیا کے پاس ہے وہ مشرقی دنیا کے پاس نہیں ہے اس فرق کو دیکھکر مسیحی مشنریوں اور پادری مزاج مسیحیوں کو ایک نیا خیال سوجھا اور وہ نیا خیال یہ ہے کہ چونکہ مسیحی ممالک کے لوگ مذکورہ بالا امور میں جن کو مجموعی رنگ مین تہذیب یا سویلیزیشن کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے دوسرے ممالک سے بڑھے ہوئے ہیں اسلیئے یہ فرق مسیحی مذہب کی سچائی کا ایک ثبوت ہے یہ نیا خیال مسیحی صاحبان کو آجکل کچھ ایسا پسند آگیا ہے کہ جس رسالہ کو اُٹھا کر دیکھا جاوے اُس میں اسی بات پر زور دیا گیا ہے جس پادری کی تحریر کو پڑھا جاوے اُس میں وہ اس بات کو بڑے فخر سے پیش کرتا ہے اور جس مسیحی لیکچرار کو مسیحی مذہب پر لیکچر دیتے ہوئے سُنا جاوے وہ اسی دلیل کو مسیحی مذہب کی صداقت کا ایک بیّن ثبوت قرار دیتا ہے۔ چنانچہ گذشتہ دسمبر میں جو لاہور میں امریکہ کے ایک سیاح پادری نے لیکچروں کا سلسلہ جاری کیا اُس نے بھی اہل ہند کو یہی سُنایا کہ چونکہ ہم لوگ تم سے زیادہ مہذب ہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہمارا مذہب تمہارے مذہب سے بہتر اور ایک سچّا مذہب ہے اور مغربی دنیا کی ترقی مسیحی تعلیم کا ہی ایک نتیجہ ہے۔ چونکہ اس امر پر آجکل بہت زور دیا جاتا ہے اسلیئے مناسب ہے کہ اسپر غور کیا جاوے اور دیکھا جاوے کہ مسیحیوں کا یہ دعویٰ کہاں تک درست ہے؟

(۱) اس دعویٰ کو جانچنے کیلیئے سب سے پہلے ہم مسیحیوں کی کتب مقدسہ کیطرف رجوع کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں

کہ کیا ان کتابوں کے رُو سے مسیحی اقوام کی مادی امور میں ترقی اور اُن کی دولت اُنکے مذہب کی سچائی کا ثبوت ہو سکتا ہے اور کیا اُن کتابوں میں ایسی تہذیب کو جیسی مسیحی ممالک میں نظر آتی ہے سچے ایمانداروں کا خاصہ بیان کیا گیا ہے۔ پس اس غرض سے جب ہم نئے عہدنامہ کی کتابوں پر نظر ڈالتے ہیں تو ایسی تہذیب اور ایسی ترقی کو سچے ایمان کا نتیجہ بیان کیا ہوا کہیں نہیں پاتے یعنی یہ کہیں نہیں لکھا کہ جو سچے مذہب کے پیرو ہوں اور حقیقی معنوں میں ایماندار ہوں اُنکے لئے ضروری ہے کہ وہ بڑی بڑی ایجادیں کر سکیں اور بہت دولت جمع کر سکیں اور مادی امور میں بڑی ترقی کر جائیں۔ پس یہ معیار جو آجکل مسیحی صاحبان پیش کر رہے ہیں یہ اُن کا اپنا تجویز کردہ ہے۔ اُس کلام میں جسکو وہ خدا کا کلام کہتے ہیں ایسے معیار کا کہیں ذکر نہیں۔ اُن کا فرض ہے کہ پہلے یہ دکھائیں کہ جو آجکل مسیحی دنیا کی حالت ہے اُسکو اُن کی مقدس کتاب میں سچے ایمانداروں کا نشان قرار دیا گیا ہے۔ جب اس حالت کو سچے ایمانداروں اور سچے عقیدہ کا معیار قرار ہی نہیں دیا گیا تو وہ اسکو کس اختیار سے پیش کرتے ہیں؟

نہ کبھی مسیحؑ نے ایسی ترقی کو سچائی کا معیار قرار دیا اور نہ اُس کے حواریوں نے اس کو بطور امتیازی نشان کے پیش کیا بلکہ اُس نے کہا کہ میری سلطنت اس دنیا کی سلطنت نہیں پھر اس دنیا کی سلطنتوں اور انکی مادی ترقی کو مسیح کے مذہب کی سچائی کا معیار قرار دینا اگر حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔ اُس نے تو یہ کہا کہ مجھے زمین کی سلطنتوں سے کچھ سروکار نہیں اور یہ کہ میری زندگی کا مقصد یہ ہے کہ مَیں آسمانی سلطنت اور خداوندی بادشاہت کی منادی کروں اور اپنے پیروؤں کو ایک دعا سکھلائی جس میں اُس نے کہا کہ تم ہر وقت خدائے تعالیٰ سے یہی مانگتے رہو کہ وہ آسمانی سلطنت جلد دنیا میں ظاہر ہو۔ سو وہ روحانی سلطنت جس کی بشارت حضرت مسیحؑ نے سنائی تھی وہ وہ سلطنت تھی جس کا بادشاہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و امی تھا پس اگر وہ اس سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یسوع مسیح نے ایک ایسے دین کی بنیاد ڈالی جو ابد تک قائم رہنے والا ہے اور وہ دین وہی ہے جس کو آجکل مسیحی دین کہا جاتا ہے تو اُن کو اس دین

کی سچائی ثابت کرنے کے لیئے کسی روحانی سلطنت کا پتہ دینا چاہیئے زمینی سلطنتوں کا عروج مسیحی مذہب کی صداقت کا معیار ہرگز نہیں ٹھہر سکتا ۔

(۲) مسیحیوں کی کتب مقدسہ میں جو ایمانداری کے معیار درج ہیں اُنمیں یہ نہیں لکھا کہ سچے ایماندار ایجادیں بہت کرینگے اور دولت بہت کمائیں گے اور ظاہری "تہذیب" میں اور مادی ترقی میں اور ملکی فتوحات میں دوسری قوموں سے آگے نکل جائیں گے بلکہ وہاں جو ایمانداری کے نشانات لکھے ہوئے ہیں وہ یہ ہیں ۔ حضرت مسیحؑ فرماتے ہیں " وے جو ایمان لائیں گے اُن کے ساتھ یے علامتیں ہونگی کہ وے میرے نام سے دیووں کو نکالیں گے اور نئی زبانیں بولیں گے ۔ سانپوں کو اُٹھا لینگے اور اگر کوئی ہلاک کرنے والی چیز پییں گے انہیں کچھ نقصان نہ ہوگا وے بیماروں پر ہاتھ رکھیں گے تو چنگے ہو جائیں گے "

پھر حضرت مسیحؑ بعض اور علامتیں بھی مقرر کرتے ہیں متی کی کتاب میں لکھا ہے "جب وے جماعت کے پاس پہنچے ایک شخص اُس (یسوع) کے پاس آیا اور اُس کے آگے گھٹنے ٹیک کے کہا اے خداوند میرے بیٹے پر رحم کر کیونکہ وہ سڑی ہے اور بہت دُکھ اُٹھاتا ہے کہ اکثر آگ میں گرتا اور اکثر پانی میں ۔ اور میں اُس کو تیرے شاگردوں کے پاس لایا تھا پر وے اُسے چنگا نہ کر سکے ۔ یسوع نے جواب میں کہا اے بے اعتقاد اور ٹیڑھی قوم میں کب تک تمھارے ساتھ رہونگا کب تک تمھاری برداشت کرونگا ۔ اُسے یہاں میرے پاس لا ۔ تب یسوع نے دیو کو دھمکایا وہ اُس سے نکل گیا اور وہ چھوکرا اُسی گھڑی چنگا ہو گیا ۔ تب شاگردوں نے الگ یسوع پاس آکے کہا ۔ ہم کیوں اسکو نکال نہ سکے ۔ یسوع نے انہیں کہا اپنی بے ایمانی کے سبب ۔ کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اگر تم میں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہوتا تو اگر تم اس پہاڑ سے کہتے کہ یہاں سے وہاں چلا جا تو وہ چلا جاتا اور کوئی بات تمھاری ناممکن نہ ہوتی " (متی باب ۱۷ ۔ درس ۱۴ ۔ ۲۰)

پھر یسوع مسیح ایک اور موقعہ پر فرماتے ہیں " میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اگر تم یقین کرو اور شک نہ لاؤ تو نہ صرف یہی کرو گے جو انجیر کے درخت پر ہوا بلکہ اگر اس پہاڑ سے کہو گے تو ٹلکر دریا میں جا گر تو ویسا ہی ہوگا (متی ۲۱ باب ۔ درس ۲۱)

پھر یسوع مسیح فرماتے ہیں " اگر تم میں خردل کے دانہ کے برابر ایمان ہو تو جب تم اس توت کے درخت کو کہو کہ جڑھ سے اکھڑ کے دریا میں لگ جا تو تمھاری مانیگا"۔ (لوقا باب ۱۷- ورس ۶)

مرقس کی کتاب میں لکھا ہے " مَیں تم سے سچ کہتا ہوں جو کوئی اس پہاڑ کو کہے اُٹھ اور دریا میں گر پڑ اور اپنے دل میں شک نہ لاوے بلکہ یقین کرے کہ یہ باتیں جو وہ کہتا ہے ہو جائینگی تو جو کچھ وہ کہے گا سو ہوگا"۔ (باب ۱۱- ورس ۲۳)

پولوس بھی یسوع مسیح کی تائید کرتا ہے کیونکہ وہ حقیقی معنوں میں پہاڑوں کو چلانا ایمان کامل کی علامت قرار دیتا ہے وہ قرنتیوں کی طرف اپنے پہلے خط میں لکھتا ہے " اگر مَیں نبوت کروں اور اگر مَیں غیب کی سب باتیں اور سارے علم جانوں اور میرا ایمان کامل ہو یہانتک کہ مَیں پہاڑوں کو چلاؤں" (۱- قرنتیوں باب ۱۳- ورس ۲)

متی لکھتا ہے " پطرس کشتی پر سے اُتر کے پانی پر چلنے لگا کہ یسوع کے پاس جائے پر جب دیکھا کہ ہوا تیز ہے تو ڈرا- اور جب ڈوبنے لگا چلاّ کے کہا اے خداوند مجھے بچا- وہیں یسوع نے ہاتھ بڑھا کے اُسے پکڑ لیا اور اُس سے کہا اے کم اعتقاد تُو کیوں شک لایا؟"

ان سب مقامات سے یہ واضح ہے کہ مسیح نے اپنے سچے پیرووں سے یہ وعدہ نہیں کیا کہ وہ اُس پر ایمان لا کر بڑے موجد بن جائیں گے اور بڑے بڑے جنگی بیڑے بنائیں گے اور رنگ رنگ کی فنا کرنے والی توپیں ایجاد کرینگے اور بڑے تاجر ہونگے- بڑی بڑی سلطنتیں قائم کرینگے دنیا کے خزانے اکٹھے کریں گے بلکہ اُس نے اپنے پیرؤں کے لیئے مندرجہ ذیل امتیازی نشانات مقرر کیئے ہیں:-

(۱) دیووں کو نکالنا- (۲) نئی زبانیں بغیر سیکھنے کے معجزانہ طور پر بولنا- (۳) سانپوں کو بغیر ضرر کے پکڑنا- (۴) زہر کو بغیر نقصان کے پی جانا (۵) بیماروں کو صرف چھو کر چنگا کرنا (۶) پہاڑوں کو چلانا اور دریاؤں میں پہاڑوں کو گرانا (۷) انجیر یا کسی

اور سبز درخت کو اپنی لعنت کے ذریعہ خشک کر دینا۔ (۸) درختوں کو چلانا (۹) پانی پر چلنا (۱۰) جو بات مُنہ سے مانگیں خواہ وہ کیسی ہی ناممکن کیوں نہ ہو اس کا حاصل ہو جانا:

یہ ہیں وہ دس امتیازی نشان جو مسیحیوں کی کتب مقدسہ میں درج ہیں اور خود یسوع مسیح نے ان نشانوں کو مقرر کیا پس اگر مسیحی صاحبان کا یہ ارادہ ہے کہ وہ اپنے مذہب کی سچائی ثابت کریں تو اُن کو چاہیئے کہ وہ ان معیاروں کے ذریعہ سے اُس کی صداقت کو ثابت کریں جو خود یسوع مسیح نے مقرر کیئے اور جن کی پولوس نے تصدیق کی۔ جن امور کو یسوع مسیح نے نشان مقرر نہیں کیا اُن کو پیش کرنا اور یسوع مسیح کے مقرر کردہ اور پولوس کے مصدقہ نشانات کو نظرانداز کرنا یہ وہ راہ نہیں جس سے مسیحیت کی صداقت اور دوسرے مذاہب پر اُس کی فوقیت ثابت ہو۔ اگر مسیحی لوگ وہم پرست ممالک میں جاکر دیووں اور بھوتوں کو نکالتے اور انسانوں سے نکالکر اُنکو بے زبان جانوروں میں داخل کرتے اور پھر وہ بے زبان جانور سمندروں اور دریاؤں میں کود کر اپنے تئیں ہلاک کرتے تب سمجھا جاتا کہ مسیحی مذہب ایک سچا مذہب ہے کیونکہ یہ وہ نشان ہے جو یسوع مسیح نے خود مقرر کیا مگر بجائے اسکے کہ دیووں اور بھوتوں کو نکالا جاوے آج مہذب دنیا جسپر مسیحی لوگ فخر کرتے ہیں دیووں کے وجود سے ہی انکار کر رہی ہے اور ان کہانیوں کو جو انجیل میں درج ہیں لغو اور بیہودہ قرار دیتی ہے اور مشنری صاحبان بھی ان دیووں کا کہیں پتہ و نشان نہیں بتلا سکتے۔ پھر مسیحی صاحبان کو چاہیئے تھا کہ ہسپتال اور میڈیکل کالج قائم کرنے اور ڈاکٹری محکمہ کھولنے کی بجائے صرف اپنے دم اور پھونک سے یا ہاتھ سے چھوکر بیماروں کو اچھا کرتے۔ مگر مغربی دنیا جسکی تہذیب کو آج پادری صاحبان مسیحیت کی صداقت کے لیئے ایک ثبوت کے طور پر پیش کر رہے ہیں صرف ہاتھ لگا کر بیماروں کو اچھا نہیں کرتی بلکہ اُس نے باقاعدہ علاج کرنے کا طریق اختیار کیا ہوا ہے جو یسوع مسیح کی آمد سے پہلے یونان کے بُت پرستوں میں اور ایسا ہی دیگر ممالک میں مدت دراز سے جاری تھا۔ پس اگر مغربی دنیا نے علاج کے فن میں

ترقی کی ہے اور اس ترقی کے ذریعہ مہذب کا خطاب حاصل کیا ہے تو یہ پادریوں کے لیئے کوئی فخر کی جگہ نہیں کیونکہ یہ وہ فن ہے جو دنیا میں یسوع مسیح کی آمد سے پہلے رائج تھا اور جس میں یونان کے بُت پرست بڑی مہارت حاصل کر چکے تھے۔ اور مہذب دنیا نے یسوع کے طریق کو اختیار نہیں کیا بلکہ اُسکو ترک کر کے یونان و دیگر ممالک کے بُت پرستوں کے علم و عمل کو پسند کیا ہے۔ پس اس ترقی پر اگر بت پرست دنیا فخر کرے تو بجا ہے مگر یسوع مسیح کے پیروؤں کو کوئی حق نہیں کہ اس ترقی کو مسیحیت کی صداقت کا ایک ثبوت قرار دیں۔ اسی طرح اگر مغربی دنیا کے لوگ بجائے جہاز بنانے کے اس طرح سمندر پر چلتے جس طرح پطرس نے کشتی سے اتر کر چلنا چاہا اور قریب تھا کہ ڈوب جاتا اگر خود یسوع مسیح اسکی مدد کیلئے نہ پہنچتا تب یہ امر مسیحیت کی صداقت کا ایک ثبوت ٹھہرتا اور پادریوں کو اُس صورت میں ضرور یہ حق پہنچتا کہ وہ اس امر کو مسیحیت کا ایک امتیازی نشان قرار دیتے مگر مغربی دنیا نے پطرس کے نمونہ پر چلکر مادی تہذیب میں ترقی نہیں کی بلکہ ان لوگوں نے اُس طریق کو اختیار کیا جو یسوع مسیح کی آمد سے پہلے بت پرست دنیا میں رائج تھا پس اگر مغربی دنیا نے جہاز رانی کے ذریعہ اپنی تجارت کو ترقی دی ہے اور ایک دنیا کو فتح کر لیا ہے تو یہ امر بھی مسیحیت کی صداقت کا کوئی ثبوت نہیں ہو سکتا اور اسکو مسیحیت کے لیئے ایک امتیازی نشان قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ اس میں مغربی دنیا نے مسیحیت کی تقلید نہیں کی بلکہ رومیوں اور دیگر بت پرست قوموں کی روش کو اختیار کیا ہے۔ اسی طرح اگر مغربی دنیا کے لوگ انجینئرنگ کے علم کی بجائے یسوع مسیح کے مقرر کردہ نشان کے مطابق پہاڑوں کو چلاتے اور اُن کے حکم سے پہاڑ اپنی جگہ سے خود بخود ہٹ کر سمندروں اور دریاؤں اور جھیلوں میں جا گرتے اور درخت بھی اپنی جگہ سے ہٹ جاتے تب ہم اس بات کے ماننے کے لیئے مجبور ہوتے کہ بے شک یہ مسیحی مذہب کی صداقت کا ایک نشان ہے کیونکہ اسکو خود یسوع مسیح نے اپنے پیروؤں کے لیئے ایک امتیازی نشان قرار دیا۔ اسی طرح اگر مسیحی قومیں زہریں نگل جاتیں اور اُن کو کچھ نقصان نہ ہوتا تو ہم اسکو مسیح کے قول کے مطابق مسیحیت کی صداقت کا ایک نشان قرار دیتے مگر ایسا

نہیں بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ مسیحی شفاخانوں میں ہر ایک زہر کی شیشی پر سرخی سے زہر کا لفظ لکھا ہُوا ہوتا ہے تا ایسا نہ ہو کہ کوئی اُسکو پی کر ہلاک ہو جاوے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیحیوں پر زہر ایسا ہی اثر کرتی ہے جیسا کہ دوسرے لوگوں پر۔

(۳) صرف یہی نہیں کہ جس بات کو مسیحی لوگ آجکل مسیحیت کی صداقت کی دلیل ٹھہراتے ہیں اُس کو خود یسوع مسیح نے صداقت کی دلیل نہیں ٹھہرایا بلکہ وہ اسکو نہایت ہی نفرت اور کراہت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ ناظرین اُس کے مندرجہ ذیل اقوال پر غور فرماویں۔

(ا) مال اپنے واسطے زمین پر جمع نہ کرو جہاں کیڑا اور مورچہ خراب کرتے ہیں اور جہاں چور سیندھ دیتے اور چراتے ہیں بلکہ مال اپنے لیئے آسمان پر جمع کرو جہاں نہ کیڑا نہ مورچہ خراب کرتے اور نہ وہاں چور سیندھ دیتے نہ چراتے ہیں (متی باب ۶- ورس ۱۹ و ۲۰)

(ب) کوئی آدمی دو خاوندوں کی خدمت نہیں کر سکتا اس لیئے کہ یا ایک سے دشمنی رکھے گا اور دوسرے سے دوستی - یا ایک کو مانیگا اور دوسرے کو ناچیز جانیگا۔ تم خدا اور ممّون دونوں کی خدمت نہیں کر سکتے۔ (متی باب ۶- ورس ۲۴)

(ج) غریبوں کو خوشخبری سنائی جاتی ہے (متی باب ۱۱- ورس ۶)

(د) دیکھو جو مہین پوشاک پہنتے بادشاہوں کے محلوں میں ہیں (متی باب ۱۱- ورس ۸)

(ھ) اے باپ آسمان اور زمین کے خداوند میں تیری تعریف کرتا ہوں کہ تُو نے ان چیزوں کو داناؤں اور عقلمندوں سے چھپایا اور بچوں پر کھول دیا۔ متی ۱۱/۲۵

(و) کسان کی تمثیل میں یسوع مسیح کہتا ہے "جو (بیج) کانٹوں میں بویا گیا وہ ہے جو کلام کو سُنتا پر اس دنیا کی فکر اور دولت کا فریب کلام کو دبا دیتے اور وہ بے پھل ہوتا ہے۔ (متی باب ۱۳- ورس ۲۲)

(ز) یسوع نے کہا اگر تو کامل ہُوا چاہے تو جا کے سب کچھ جو تیرا ہے بیچ ڈال اور محتاجوں کو دے کہ تجھے آسمان پر خزانہ ملے گا۔ متی ۱۹/۲۱

(ح) میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ دولتمند کا آسمان کی بادشاہت میں داخل ہونا مشکل ہے بلکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ اونٹ کا سوئی کے ناکے سے گذر جانا اُس سے

آسان ہے کہ ایک دولتمند خدا کی بادشاہت میں داخل ہو۔ متی ۲۰-۲۳ و ۲۴

مسیح کے مندرجہ بالا اقوال نہایت غور کے قابل ہیں ان سے یہ نتیجہ صریح طور پر نکلتا ہے کہ مغربی دنیا کی موجودہ حالت جسپر مسیحی پادری اسقدر فخر کرتے ہیں اور جس کو وہ مسیحیت کی برکت خیال کرتے ہیں وہ یسوع مسیح کے نزدیک آسمانی بادشاہت کی عین ضد اور بالکل مخالف اور یسوع مسیح کے منشاء کے بالکل اُلٹ اور اُسکی تعلیم کے برخلاف ہے۔ اُس نے کہا کہ مَیں غریبوں کو خوشخبری سنانے کے لیئے آیا ہوں۔ دولتمند کے لیئے آسمان کی بادشاہت میں داخل ہونا ایسا ہی ناممکن ہے جیسا کہ اونٹ کا سوئی کے ناکے میں سے گذرنا محال ہے اور اُس کی تعلیم یہ تھی کہ جو کچھ تمھارے پاس ہے اُسکو بیچ ڈالو اور غریبوں کو دیدو اور اُس نے حکم دیا کہ زمین پر دولت جمع نہ کرو کیونکہ یہاں کیڑا اُسکو کھا جاتا ہے اور چور اُسکو چرا لیجاتا ہے اور وہ اُن لوگوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا تھا جو اچھے کپڑے پہنتے اور محلوں میں رہتے۔ نیز اُس نے کہا کہ جو لوگ دنیا کی فکر میں مصروف رہتے اور دولت کے دھندوں میں مبتلا رہتے وہ خدا کے کلام سے محروم رہتے ہیں۔ اُس نے کہا کہ انسان کے لیئے یہ ناممکن ہے کہ خدا سے بھی محبت کرے اور ممّون یعنی دولت کی خدمت کرے یعنی دولت کے فکر میں لگا رہے جو دولت سے محبت کرتا ہے وہ خدا کا دشمن ہے۔ پھر یسوع مسیح دنیا کے عقلمندوں یعنی فلاسفروں اور سائینس دانوں کو بھی نفرت کی نظر سے دیکھتا تھا اور اسکے نزدیک یہ لوگ بھی دولتمند کی طرح آسمانی بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکتے۔ اور ان کی عقل آسمان کی باتوں کے سمجھنے سے قاصر رہتی ہے۔ اس سب کا خلاصہ یہ ہے کہ جس چیز کو آجکل مغربی تہذیب کہا جاتا ہے وہ آسمانی بادشاہت سے بالکل دُور ہے۔ یسوع مسیح کے نزدیک یہ لوگ اس قابل ہی نہیں کہ خداوند کی سلطنت میں داخل ہوں۔ کون اس بات سے انکار کر سکتا ہے کہ مغربی مہذب دنیا ہر دم ممّون یعنی دولت کی خدمت میں لگی ہوئی ہے مگر یسوع مسیح کہتا ہے کہ جو لوگ ممّون کے خادم ہیں وہ خداوند کے دشمن ہیں اور ایک شخص دو خاوندوں

کی خدمت نہیں کرسکتا۔ کون اس سے انکار کرسکتا ہے کہ آج مسیحی دنیا ہر وقت دنیا کی فکر میں مشغول ہے مگر یسوع مسیح کہتا ہے کہ جو لوگ دنیا کی فکر اور دولت کے فریب میں ہیں اُن کے دل میں میرا کلام اثر نہیں کرسکتا۔ کون اس بات سے انکار کرسکتا ہے کہ مسیحی دنیا کے پاس دولت ڈھیروں ڈھیر جمع ہے مگر مسیح کہتا ہے کہ ایسے لوگ آسمان کی بادشاہت کے وارث نہیں ٹھہر سکتے اس لیئے تم اپنا مال زمین پر جمع نہ کرو۔ کون نہیں جانتا کہ آجکل مسیحی قومیں محلوں میں رہتی اور اچھے لباس پہنتی ہیں اور خود پادریوں کی کوٹھیاں نہایت عالیشان ہوتی ہیں۔ مگر یسوع مسیح ایسے لوگوں کی نسبت نفرت کا اظہار کرتا ہے۔ مغربی مہذب دنیا کو آج بڑا فخر اپنے فلاسفروں اور سائینس دانوں پر ہے مگر یسوع مسیح کہتا ہے کہ میری باتیں ان لوگوں سے پوشیدہ رہتی ہیں۔ یسوع مسیح کہتا ہے کہ میں غریبوں کے لیئے بشارت لایا ہوں نہ دولت والوں کے لیئے مگر جس کو آج مہذب دنیا کہتے ہیں وہ غریبوں سے نہیں بلکہ امیروں سے بنی ہوئی ہے پھر میں تعجب کرتا ہوں کہ کیوں مغربی دنیا کی مادی ترقی اور جسمانی تہذیب اور ظاہری شان و شوکت کو مسیحیت کا ثمرہ بیان کیا جاتا ہے؟ جو کچھ ہمیں مغربی دنیا میں نظر آتا ہے یسوع مسیح ان سب چیزوں سے نفرت ظاہر کرتا ہے اور اسکی تعلیم بالکل ان حالات کے مخالف ہے۔ اور جو کچھ مغربی دنیا نے حاصل کیا وہ مسیح کی تعلیم پر عمل کرنے سے نہیں بلکہ اسکو ترک کرنے اور اُس کے مخالف راہ اختیار کرنے سے حاصل کیا ہے مگر معلوم نہیں پادریوں کی عقل کو کیا ہو گیا وہ مسیح کی تعلیم کے ہوتے ہوئے یہ کہ رہے ہیں کہ مغربی دنیا نے جو ترقی کی وہ مسیحیت کی بدولت حاصل کی۔ اگر انہوں نے ایسا کہنا تھا تو انکو چاہیئے تھا کہ پہلے اناجیل موجودہ میں سے مسیح کی تعلیم کو نکال دیتے اور اُس کی جگہ یہ لکھتے کہ آسمان کی بادشاہت دولتمندوں اور بڑے بڑے تاجروں کے لیئے ہے جو دنیا کے خزانوں سے اپنی کوٹھیاں بھر دیتے ہیں اور مبارک وے جو ہر وقت دنیا کی فکر میں لگے ہوئے ہیں کیونکہ آسمان کی بادشاہت انہی لوگوں کے لیئے ہے اور مبارک وے جو اس زمین پر اپنی دولت جمع کرتے

ہیں اور ایسے صندوقوں میں اپنا مال رکھتے ہیں جہاں نہ کیڑے کا ڈر ہے اور نہ چور کا خوف اور مبارک وے جو بڑی بڑی کوٹھیوں اور خوشنما باغوں میں رہتے ہیں کیونکہ بہشت ایسے لوگوں کے لیئے ہی بنایا گیا اور مبارک وے جو ممّوں کی خدمت میں دن رات مصروف رہتے ہیں کیونکہ وہ خداوند کے بڑے پیارے ہیں اور مبارک وے جو بڑے فلاسفر اور سائینس دان ہیں کیونکہ خداوند نے آسمانی باتوں کو ان پر کھول دیا اور بچوں پر چھپایا ؛

(۴) مَینے مسیحیوں کی کتب مقدسہ میں بہت دیکھا کہیں پتہ نہیں چلتا کہ یسوع مسیح نے دنیا کی سلطنتوں اور اُن کی شان وشوکت کو جو آج مسیحیوں کو حاصل ہیں سچائی کا معیار ٹھہرایا ہو۔ ساری اناجیل اور کل خطوط اور دیگر مسیحی نوشتوں میں صرف ایک ہی مقام مجھے ایسا نظر آیا جس میں دنیا کی سلطنتوں اور اُنکی شان وشوکت کے وعدہ کا کچھ پتہ چلتا ہے مگر افسوس ہے کہ وہ ایسا مقام ہے جس کو کوئی مسیحی پیش کرنا پسند نہیں کرے گا۔ گمر اگر اناجیل موجودہ اور دیگر مسیحی نوشتوں میں کوئی ایسا مقام ہے جہاں زمین کی بادشاہتوں اور اُن کی شان وشوکت کا وعدہ ہے تو وہ ایک ہی ہے مگر باوجود اسکے غالباً کوئی آجکل کا مسیحی اس مقام کو پیش کرنا پسند نہیں کرے گا کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ مسیحی مذہب وہ مذہب نہیں جسکی یسوع مسیح نے تعلیم دی ہے بلکہ یہ کچھ اور ہی ہے۔ مقام مذکور متی کی کتاب کے چوتھے باب میں ہے اور وہ اس طرح پر ہے "پھر شیطان اُسے ایک بڑے اونچے پہاڑ پر لے گیا اور دنیا کی ساری بادشاہتیں اور اُن کی شان وشوکت اُسے دکھائیں اور اُس سے کہا کہ اگر تو گر کے مجھے سجدہ کرے تو یہ سب کچھ تجھے دوں گا تب یسوع نے اُسے کہا اے شیطان دور ہو کیونکہ لکھا ہے کہ تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور اُس اکیلے کی بندگی کر۔ تب شیطان اُسے چھوڑ گیا"۔

اس مقام سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان نے یسوع پر ظاہر ہو کر یہ کہا کہ اگر تو مجھے سجدہ کرے تو میں اس کے بدلہ میں دنیا کی ساری سلطنتیں اور اُنکی شان وشوکت

تجھے دونگا مگر معلوم ہوتا ہے کہ یسوع شریعت کا پابند تھا اس لیئے اُس نے شیطان کو یہ جواب دیا کہ خداوند کے سوا کسی کے آگے سجدہ کرنا جائز نہیں اس لیئے شیطان ناکام ہو کر چلا گیا مگر معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں اُس کے پیروؤں نے شریعت کو ترک کر دیا اور ایسی راہ اختیار کی جو رحمان کی راہ نہیں بلکہ شیطان کی راہ ہے۔ اس لیئے شیطان نے بھی اپنے وعدہ کو پورا کیا اور دنیا کی سلطنتیں اور اُنکی شان و شوکت جس پر آج بعض مسیحی واعظ بہت فخر کرتے ہیں اُنکو دی۔ اسلیئے یہ ایک ایسا انعام ہے جو ہرگز انجیلی نقطہ خیال سے قابل فخر نہیں بلکہ اگر متی کی کتاب کا بیان درست ہے تو یہ دنیا کی سلطنتیں اور اُنکی شان و شوکت مسیحیوں کے لیئے مقام ننگ و عار ہونا چاہیئے اور بجائے اس کے کہ مسیحی پادری اسپر ناز کریں اور اسکو مسیح کی تعلیم کا ثمرہ قرار دیں اُنہیں چاہیئے کہ اس کا نام تک نہ لیں اور دیگر مذاہب کو مخاطب کرتے ہوئے ان دنیا کی سلطنتوں اور اُنکی شان و شوکت کی طرف جو آج اُنکو حاصل ہیں اشارہ کرنے سے بھی گریز کریں کیونکہ ان سے تو اُنکی انجیل کے بموجب یہ ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے پیشوا کی مثال کے برخلاف شیطان کے آگے سجدہ کیا اور اسکے عوض میں شیطانی وعدہ کے مطابق دنیا کی سلطنتوں اور اُنکی شان و شوکت کو حاصل کیا۔ یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ یسوع مسیح نے اپنی قوم کو دنیا کی فکر کرنے اور دنیا کا مال و متاع جمع کرنے سے بہت ڈرایا اور محلوں میں رہنے والوں کے متعلق بہت نفرت کا اظہار کیا اور کہا کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو سکتا ہے مگر دولتمند خداوند کی بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ مگر افسوس کہ باوجود یسوع مسیح کی اس تاکید کے آجکل مسیحیوں کے مقتدا اور رہنما خود بڑی شان و شوکت اور عیش و عشرت میں زندگی بسر کرتے ہیں اور دولت کو اپنے پاس جمع کرتے ہیں اور جب مرتے ہیں تو بڑی بڑی دولت پیچھے چھوڑ جاتے ہیں۔

(۵) ہم پہلے دکھا چکے ہیں کہ یسوع مسیح کی تعلیم مسیحی ممالک کی موجودہ شان و شوکت و جاہ و حشمت اور مسیحی تہذیب کے بالکل اُلٹ پڑی ہوئی ہے مگر ہم ناظرین کو زیادہ

✣ یسوع کی آزمایش کا حال پڑھنے سے واضح ہوتا ہے کہ یسوع نے شریعت کی پابندی کی بدولت شیطان سے نجات

یقین دلانے کے لیئے پھر یہ دکھاتے ہیں کہ مغربی دنیا نے جو ترقی کی ہے وہ مسیح کی تعلیم پر چلکر حاصل نہیں کی بلکہ انہوں نے یسوع مسیح کی تعلیم کو ترقی کے مانع دیکھ کر اُسکو ترک کر دیا اور اگر وہ یسوع مسیح کی تعلیم پر عمل پیرا ہوتے تو ترقی کرنا تو کجا دنیا کا سارا انتظام درہم برہم ہوجاتا اور ایک دن کے لیئے مسیحی دنیا کے لیئے زندگی بسر کرنا محال ہوجاتا۔ دیکھو علاوہ اُس تعلیم کے جس کو مَیں اوپر بیان کر چکا ہوں یسوع مسیح کا ایک مقولہ یہ ہے:۔

(۱) "مَیں تمھیں کہتا ہوں کہ ظالم کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو تیرے دہنے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اُس کی طرف پھیر دے۔ اور اگر کوئی چاہے کہ تجھ پر نالش کر کے تیری قبا لے کُرتے کو بھی اُسے لینے دے اور جو کوئی تجھے ایک کوس بیگار لیجاوے اُس کے ساتھ دو کوس چلا جا" (متی باب ۵۔ ورس ۳۹)

اب مَیں پادری صاحبان سے سوال کرتا ہوں کہ کیا مغربی دنیا کی ترقی کا راز یہی تعلیم ہے کیا یورپ اور امریکہ نے اسی تعلیم پر عمل کر کے ترقی حاصل کی۔ سچ کہو کیا یورپ اور امریکہ نے کبھی اس تعلیم پر عمل کیا یا کم از کم اس تعلیم پر عمل کرنا پسند کرتے ہیں۔ انگلینڈ کا جنگی بیڑا دنیا میں سب بیڑوں سے بڑا ہے کیا وہ بیڑا ظالم کا مقابلہ کرنیکے لیئے نہیں بنایا گیا۔ سچ بتاؤ مہذب دنیا جو آئے دن نئی توپیں ایجاد کرتی ہے اور نئے آلات نکالتی ہے کیا وہ اسی لیئے ایسا کرتی ہے؟ پھر کیا جب ہوائی جہاز تجویز ہوئے تو کیا پہلا کام جو مہذب دنیا نے اُن سے لیا وہ دشمن پر بمب پھینکنا نہ تھا۔ کیا مہذب دنیا ہوائی جہازوں کو جنگی اغراض کے لیئے نہیں بناتی ہے اور کیا اُن کے موجد ہر وقت اس فکر میں نہیں لگے رہتے کہ کونسا بہترین طریق ہے جس سے ہوائی جہاز جنگی اغراض کے لیئے کام میں لائے جاسکیں۔ غرض اس امر میں بھی مسیحی دنیا نے مسیح کی تعلیم کی پیروی نہیں کی بلکہ مسیح سے پہلے جو دنیا کا طریق تھا اُسی طریق پر چلکر اپنا قدم بڑھایا ہے

پھر مَیں یسوعی لوگوں سے سوال کرتا ہوں کہ یورپ اور امریکہ میں کونسی وہ مہذب قوم ہے جو یسوع مسیح کے اس قول پر ایک لحظہ کے لیئے بھی عمل کرنے کیلیئے تیار ہو

کہ "جو تیرے دہنے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اُس کی طرف پھیر دے" دیکھو ہندوستان میں ایک شریر گروہ ٹھیک ہے جو آئے دن کسی نہ کسی سرکاری افسر پر حملہ کا نہ وار کرتا رہتا ہے چنانچہ گذشتہ دسمبر میں دہلی میں حضور وائیسرائے اور لیڈی ہارڈنگ پر اُس گروہ کے ایک ممبر نے بمب چلایا اور اب گورنمنٹ اور دیگر خیر خواہان ملک کی طرف سے قاتل کے گرفتار کرنے کے لیئے ہزارہا روپیہ انعام مقرر کیا گیا ہے اور گرفتار کرنے سے گورنمنٹ کی یہ غرض نہیں کہ اُس ظالم کو انعام دیا جاوے یا اُسکے آگے دوسری گال بھی پھیر دی جاوے بلکہ گورنمنٹ کی غرض یہ ہے کہ اُس ظالم کو عبرتناک سزا دیجاوے اور آئندہ ایسے جرائم کا انسداد ہو۔ اب اگر اس صورت میں یسوع مسیح کے قول پر عمل کیا جاوے تو کیا یہ بے جا حرکت نہ ہوگی۔ کیا ایسی تعلیم پر عمل کرنے سے دنیا کا کاروبار ایک دن میں تباہ ہو جائے گا۔ کیا مہذب دنیا اس تعلیم پر عمل کرتی ہے۔ جب مہذب دنیا اس تعلیم سے کوسوں دور بھاگتی ہے اور اس طریق کو ہلاکت کا باعث اور تمام ترقیوں کا ستیاناس کرنے والا عملی طور پر یقین کرتی ہے تو پھر پادری لوگ ہمیں یہ کیوں بار بار سناتے ہیں کہ مہذب دنیا نے جو ترقی کی ہے وہ یسوع مسیح کی تعلیم کا پھل ہے اور مسیحیت کا ثمرہ ہے۔

پھر یسوع مسیح نے تو یہ تعلیم دی تھی کہ جو کوئی تیری قبا لینا چاہے تو اُسے اپنا کُرتا بھی دیدے۔ کیا مسیحی دنیا اسپر عمل کرتی ہے۔ کیا اٹلی جس نے طرابلس کو ترکوں سے چھین لیا مہذب دنیا میں شامل نہیں؟

(ب) پھر یسوع مسیح کہتا ہے "اپنے دشمنوں سے پیار کرو" متی ۵/۴۴ کیا کوئی پادری مہذب دنیا میں کسی ایسی قوم کا پتہ دے سکتا ہے جو دشمنوں سے پیار رکھتی ہو بر خلاف اسکے اُن میں تو بعض ایسی قومیں بھی ہیں جو بے گناہ ہزاروں مردوں۔ عورتوں اور بچوں کو تہ تیغ کرنے سے دریغ نہیں کرتیں۔ اگر کسی پادری کو اس سے انکار ہے تو وہ اٹلی والوں پر نظر کرے جنہوں نے خود مسیحی نامہ نگاروں کے بیان کے مطابق چار دن کے قتل عام میں چالیس ہزار بے گناہ مردوں۔ عورتوں اور بچوں کو نہایت

بے رحمی کے ساتھ تہ تیغ کیا اور ایسا ہی جنگ بلقان میں بلقانی ریاستوں کی طرف سے جو ظالمانہ کارروائیاں سرزد ہوئیں اُن کو دیکھ لے اور یہ سب قومیں نہ صرف مسیحی بلکہ مہذب بھی ہیں ؂

(ج) پھر یسوع مسیح کہتا ہے "میں تم سے کہتا ہوں کہ اپنی زندگی کے لیئے فکر نہ کرو کہ ہم کیا کھائیں گے اور کیا پئیں گے نہ اپنے بدن کے لیئے کہ کیا پہنیں گے.... ہوا کے پرندوں کو دیکھو وے نہ بوتے نہ لوتے نہ کوٹھیوں میں جمع کرتے ہیں تو بھی تمھارا آسمانی باپ اُن کو پالتا ہے۔ کیا تم اُن سے بہت بہتر نہیں ہو؟ تم میں کون ہے جو فکر کرکے اپنی عمر میں ایک گھڑی بڑھا سکتا ہے؟ اور پوشاک کی کیوں فکر کرتے ہو؟ جنگلی سوسنوں کو دیکھو کہ وے کس طرح بڑھتی ہیں۔ وے نہ محنت کرتی نہ کاتتی ہیں۔ پر میں تمھیں کہتا ہوں کہ سلیمان بھی اپنی ساری شان و شوکت میں اُن میں سے ایک کی مانند پہنے نہ تھا۔ پس جب خدا میدان کی گھاس کو جو آج ہے اور کل تنور میں جھونکی جاتی ہے پہناتا ہے تو کیا تم کو اے کم اعتقادو زیادہ نہ پہنائیگا؟ اس لیئے یہ کہکے فکر مت کرو کہ ہم کیا کھائیں گے؟ یا کیا پئیں گے؟ یا کیا پہنیں گے؟ کیونکہ ان سب چیزوں کی تلاش میں غیر قومیں رہتی ہیں اور تمھارا آسمانی باپ جانتا ہے کہ تم ان سب چیزوں کے محتاج ہو" متی ۶: ۲۵-۳۲

دیکھو اس جگہ یسوع مسیح اپنے پیروؤں کو یہ سکھاتا ہے کہ تم دنیا کی فکر بالکل نہ کرو۔ تمھیں چاہیئے کہ نہ اپنے کھانے کا فکر کرو۔ نہ پہننے کا اور نہ پینے کا تمھیں کوئی ضرورت نہیں کہ کوئیں کھودو یا نہریں نکالو یا دوسرے ملکوں سے اپنے ملک میں غلہ اور روئی وغیرہ لانے کے لیئے ریل گاڑیاں یا جہاز بناؤ۔ یا پانی پینے کے لیئے واٹر ورکس کا کوئی انتظام کرو یا گھی اور دودھ کے لیئے مویشیوں کی پرورش کرو یا رات کی روشنی کے لیئے گیس اور تیل کا کوئی فکر کرو غرض کسی قسم کا دنیا کا فکر تمھیں ہرگز نہیں کرنا چاہیئے بلکہ ان سب باتوں کو بالکل خدا پر چھوڑ دو۔ اور اس طرح بے سروسامانی کی زندگی بسر کرو جس طرح کہ چڑیاں اور کوّے زندگی بسر کرتے ہیں اور اس طرح بے دست و پا ہو کر بیٹھ جاؤ جس طرح کہ جنگل کی گھاس

اپنی جگہ سے نہیں ملتا۔

اب جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ مغربی دنیا نے مسیحیت کی برکت سے یہ ساری ترقی کی ان سے
مَیں پوچھتا ہوں کہ کیا اُن کی ترقی کا یہی راز ہے جو اوپر بیان ہُوا کیا وہ یسوع کی تعلیم
کے موافق اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔ یہ دعویٰ کرنا آسان ہے کہ مغربی دنیا نے جو ترقی
کی ہے وہ مسیحیت کی بدولت ہے مگر جب اس دعویٰ کو اچھی طرح پرکھا جاوے اور
ایک طرف یسوع کی تعلیم کو کھولکر آگے رکھا جاوے اور دوسری طرف مہذب دنیا کے
رات دن کے عمل کو دیکھا جاوے تو یہ دعویٰ بالکل غلط اور سراسر باطل ثابت ہوتا
ہے۔ یسوع مسیح کچھ تعلیم دیتا ہے اور مہذب دنیا کا طرز عمل بالکل کچھ اور ہے۔
پادری صاحبان کو چاہیئے کہ آنکھیں بندکرکے دعویٰ نہ کر دیا کریں بلکہ دعویٰ کرنے
سے پہلے یہ بھی دیکھ لیا کریں کہ جب اُن کے دعویٰ کو امتحان کی کسوٹی پر پرکھا جاویگا
اور واقعات کے معیار سے اُسکو جانچا جاوے گا تو کیا وہ اسوقت درست ثابت ہوگا
یا نہیں۔ موجودہ صورتمیں یسوع مسیح جو تعلیم دیتا ہے مہذب دنیا کا طریق عمل بالکل
اُسکے مخالف پڑا ہُوا ہے مگر افسوس کہ پھر بھی پادری صاحبان یہی کہے جارہے ہیں
کہ مغربی قوموں کی ترقی مسیحیت کی بدولت ہے۔ اس لیئے مسیحی مذہب ایک سچا مذہب
ہے مگر جب اُن کی اس دلیل کو غور سے دیکھا جاتا ہے تو یہ بالکل ایک دھوکہ ثابت
ہوتا ہے ؛

(د) پھر یسوع مسیح کہتا ہے "کل کی فکر نہ کرو کیونکہ کل اپنی چیزوں کی آپ ہی فکر
کرلیگا۔ آج کا دُکھ آج ہی کے لیئے بس ہے" متی $\frac{6}{34}$ یہ بھی یسوع مسیح کی بعینہٖ
اُسی قسم کی تعلیم ہے جیسی کہ وہ تعلیم ہے جس کو مَیں اوپر بیان کر آیا ہوں۔ خدا کے
لیئے مجھے کوئی پادری صاحب سمجھاویں کہ ایسی تعلیم کس طرح مغربی دنیا کی موجودہ ترقی
کا راز کہلا سکتی ہے۔ کیا مغربی دنیا اپنے مادی امور میں اسی لیئے ترقی کر رہی ہے
کہ وہ کل کی بالکل فکر نہیں کرتی یا معاملہ بالکل دگرگوں ہے۔ اچھا پادری صاحبان
مغربی دنیا کے دستور العمل کو نظر انداز کرکے مجھے یہی سمجھا دیں کہ اگر کوئی قوم یا کوئی

شخص اس وقت یسوع مسیح کی اس تعلیم پر عمل کرنا شروع کرے تو وہ ضرور ترقی کی اعلیٰ چوٹی تک پہنچ جائے گا اور یہ کہ یہی تعلیم ترقی کا زینہ اور کمال حاصل کرنے کی سیڑھی ہے جب یسوع مسیح کی ساری تعلیم کو دیکھا جاتا ہے تو صاف نظر آتا ہے کہ اگر کوئی قوم یسوع کی تعلیم پر عمل کرنا اختیار کرے تو فوراً اسے بھی پہلے ادبار اور ہلاکت کے گہرے گڑھے میں جا گریگی چہ جائیکہ وہ کوئی قدم آگے بڑھائے۔ دیکھو ساری دنیا کا بقا اسی پر ہے کہ کل کی فکر آج کیجائے جیسا کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے ولتنظر نفس ما قدمت لغد اگر آج دنیا کل کی فکر آج کرنا چھوڑ دے اور یسوع کے مشورہ کو اختیار کرے تو ایک دن میں کل دنیا ہلاک ہو جائے۔ خود پادری صاحبان ہی سچ سچ بتلادیں کہ اگر کل کی فکر آج نہ کی جاوے جیسا کہ قرآن شریف حکم دیتا ہے تو کیا اس عالم کا کاروبار چل سکتا ہے؟ مگر یسوع مسیح نے ہر پہلو سے اس بات پر زور دیا کہ کل کی فکر آج نہ کرو بلکہ یہ سکھایا کہ آج کی فکر بھی نہ کرو اور چڑیوں اور سوسن کی مثالیں دے دیکر اپنے پیروؤں کو ایسی راہ پر چلانا چاہا جس کا نتیجہ سوائے تباہی کے اور کچھ نہ تھا حالانکہ چڑیوں اور سوسن کی مثال انسان پر صادق نہیں آتی۔ کیونکہ معاش کے معاملہ میں انسانوں کے حالات ان چیزوں کے حالات سے بالکل مختلف ہیں۔ مثالیں بھی اپنے ہی مطلب کی چنی گئیں۔ چیونٹیوں کو نہ دیکھا کہ کس طرح وہ کوٹھیوں میں دانے جمع کرتی ہیں اور پھر شہد کی مکھی اور بھڑ یعنی زنبور کو نہ دیکھا کہ وہ کیسی محنت سے شہد اور شکر اپنے لیئے تیار کرتی ہیں۔ اور کس طرح وہ کل کی فکر آج کرتی ہیں*

(۵) پھر یسوع مسیح نے صرف انکو یہ تعلیم ہی نہ دی کہ کل کی فکر آج نہ کرو بلکہ جو دعا سکھائی اس میں بھی یہ سکھایا کہ ”ہماری روزینہ کی روٹی آج ہمیں بخش“ متی ۶/۱۱ یہ دعا بالکل یسوع مسیح کی تعلیم کا نقشہ ہے۔ دعائیں دل کے خیالات کا آئینہ ہوتی ہیں اور یسوع مسیح کی اس دعا سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسکے دل میں یہ بات جمی ہوئی تھی کہ کھانے پینے۔ پہننے اور مکان کا بالکل فکر نہیں کرنا چاہیئے۔ کل کا فکر تو کجا آج کا فکر بھی آج نہیں کرنا چاہیئے بلکہ چاہیئے اسکے کہ آج کی روٹی کی کوئی فکر اور تلاش کیجائے آج کی روٹی

کے لئے بھی صرف دعا ہی کرنی چاہیئے اور روزانہ کھانا بھی خدا سے ہی مانگنا چاہیئے۔ دوسری طرف یہ ہے کہ کل کے لئے کسی قسم کی فکر کرنے کا یسوع مسیح اسقدر مخالف تھا کہ کل کی روٹی کے لئے آج دعا کرنا بھی پسند نہ کیا اور دعا میں بھی صرف آج کی ہی روٹی مانگی ہے۔ جب یسوع مسیح کی تعلیم یہ تھی کہ نہ کل کی فکر آج کرو اور نہ آج کی فکر آج کرو بلکہ آج کی روٹی بھی خدا سے ہی مانگو اور خود کسی قسم کا فکر اور سعی نہ کرو اور جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ مہذب دنیا ایسے طریق کو سخت کراہت کی نظر سے دیکھتی ہے اور اسکا رویہ بالکل اسکے اُلٹ ہے تو پھر کیوں کہا جاتا ہے کہ مغربی دنیا کی تہذیب اور ترقی مسیحیت کی تعلیم کا پھل ہے۔ اگر کوئی شخص یسوع کی تعلیم پر عمل کرے تو سوائے اسکے کہ یسوع کے شاگردوں کی طرح دوسرے لوگوں کے کھیتوں کی بالیاں توڑ توڑ کر کھائے اور کس طرح گذارہ کر سکتا ہے۔ مگر اگر ساری دنیا یسوع کی تعلیم پر جسکو عالمگیر بیان کیا جاتا ہے عمل کرے تو توڑنے کے لئے بالیاں کہاں سے ملیں۔ مگر یسوع کا منشاء یہ تھا کہ غیر قومیں کمائیں اور اُسکے پیرو صرف توکّل پر زندگی بسر کریں کیونکہ وہ کہتا ہے "ان سب چیزوں کی تلاش میں غیر قومیں رہتی ہیں اور تمہارا آسمانی باپ جانتا ہے کہ تم ان سب چیزوں کے محتاج ہو" (اس لیئے تم کچھ فکر نہ کرو۔ خدا پر چھوڑ دو) اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ جو قومیں "ان سب چیزوں کی تلاش میں رہتی ہیں" وہ یسوع مسیح کی پیرو نہیں بلکہ یسوع مسیح کے نزدیک وہ غیر قوموں میں شامل ہیں۔ اس سے تو یہ ثابت ہوا کہ مغربی قومیں یسوع مسیح کے قول کے مطابق غیر قومیں ہیں مسیح کی پیرو نہیں پھر انکی ترقی کو یسوع مسیح کی تعلیم کا ثمرہ کیوں بیان کیا جاتا ہے۔

(۹) یسوع مسیح دنیا کی فکر کرنے کا ایسا مخالف تھا کہ اُس نے اپنے عزیز شاگردوں کو خصوصیت سے وصیت کی کہ "نہ سونا نہ روپا نہ تانبا اپنی کمر میں رکھو" سفر کے لئے خصوصیت کے ساتھ انسان کو ضرورت ہوتی ہے کہ زادراہ اور کپڑوں اور دیگر ضروریات سفر کو اپنے ساتھ رکھے مگر یسوع مسیح ہر ایک قسم کی پیشبندی اور کل کا فکر آج کرنیکو ایسا بُرا سمجھتا تھا کہ اُس نے اپنے پیارے شاگردوں کو سفر کے متعلق کہا کہ "راستے کے لئے نہ جھولی نہ دو کرتے

خود کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔

نہ جوتیاں نہ لاٹھی لو۔"٭٭ یہ ایسی تعلیم ہے کہ باقی مسیحی دنیا تو الگ رہی خود پادری اور مشنری اس پر عمل نہیں کرتے اور اس طرح یسوع کی تعلیم کے ناقص ہونے کی اپنے عمل سے شہادت دیتے ہیں۔ پادریو! سچ بتاؤ کیا یہی تعلیم مغربی دنیا کی مادی ترقی کا راز ہے؟

(ز) میں بارہا کہہ چکا ہوں کہ اگر یسوع مسیح کی تعلیم پر دنیا عمل کرے تو آج ہی دنیا کا خاتمہ ہو جاوے یہ صرف اس لیئے نہیں کہ اُس نے کل کی فکر آج کرنے یا آج کی فکر سے بھی منع کیا اور ظالم کا مقابلہ کرنے سے روکا بلکہ کہا کہ جو کوئی قبا چھیننا چاہے اُسے کرتہ بھی اُتار دو اور جو کوئی ایک گال پر طمانچہ مارے اُس کے آگے دوسری گال بھی پھیر دو بلکہ اس خطرناک تعلیم کے علاوہ اُس نے اور بھی ایسی باتیں سکھائیں کہ اگر نوع انسان اُس پر عمل کرنا چاہے تو بہت جلدی نسل انسان مفقود ہو جاوے۔ مثلاً وہ کہتا ہے کہ "اگر تیرا ہاتھ یا تیرا پاؤں تجھے ٹھوکر کھلاوے اُسے کاٹ ڈال اور اپنے پاس سے پھینک دے کہ لنگڑا یا ٹنڈا ہو کر زندگی میں داخل ہونا تیرے لیئے اُس سے بہتر ہے کہ دو ہاتھ یا دو پاؤں ہوتے ہمیشہ کی آگ میں ڈالا جاوے۔ اور اگر تیری آنکھ تجھے ٹھوکر کھلاوے اُسے نکال ڈال اور پھینک دے کیونکہ کانا ہو کر زندگی میں داخل ہونا تیرے لیئے اُس سے بہتر ہے کہ تیری دو آنکھ ہوں اور تو جہنم کی آگ میں ڈالا جاوے"۔ متی ۱۸/۸ و ۹ ؛ ۵/۲۹ و ۳۰

(ح) ناظرین کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ یسوع نے زندگی میں داخل ہونے لیئے صرف ہاتھ۔ پاؤں۔ آنکھ وغیرہ عضووں کے کاٹنے ہی کی سفارش نہیں کی بلکہ اناجیل کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے اس سے بھی بڑھکر ایک امر کی سفارش کی ہے۔ وہ ایک موقعہ پر یہ تعلیم دے رہا تھا کہ "جو کوئی اپنی جورو کو سوا زنا کے٭٭٭ اور سبب سے چھوڑ دے اور دوسری سے بیاہ کرے زنا کرتا ہے اور جو کوئی اُس چھوڑی ہوئی عورت کو بیاہے زنا کرتا ہے"۔ جب اُس کے شاگردوں نے یہ تعلیم سُنی تو اُنہوں نے دیکھا کہ اسپر عمل کرنا بڑی بڑی دقتوں کا موجب ہوگا کیونکہ سوائے زنا کے کئی ایسی صورتیں ہوتی ہیں جب کہ مرد و عورت کا جدا ہونا ضروری ہوتا ہے مثلاً ایک عورت

٭٭ مرقس کے بیان کے مطابق یسوع مسیح علیہ السلام نے زنا کی حالت میں بھی ساتھ لاٹھی کا لینا جائز رکھا ہے۔ دیکھو مرقس ۶/۸ ... مسیحی صاحبان بتلائیں کہ کس بیان پر اعتبار کریں۔ منہ

٭٭٭ دوسرے بیان کے مطابق وہ کسی صورت میں بھی طلاق کی اجازت نہیں دیتا۔ معلوم نہیں کہ کونسا بیان درست ہے۔ دیکھو مرقس ۱۰/۱۱ و لوقا ۱۶/۱۸

اپنے خاوند کے خون کی پیاسی ہوگئی ہے۔ اور یقین ہے کہ وہ کسی وقت موقعہ پاکر اپنے خاوند کو زہر دیکر یا کسی اور ذریعہ سے جان سے مار ڈالے گی ایسی صورت میں اور ایسی ہی بہت سی اور صورتوں میں سوائے اسکے اور کوئی چارہ نظر نہیں آتا کہ عورت کو خاوند سے جُدا کیا جائے چنانچہ ایسی ہی ضرورتوں سے مجبور ہو کر بہت سی مسیحی سلطنتوں نے جن کی تہذیب پر مسیحی پادری فخر کرتے ہیں اور اسکو مسیحیت کی تعلیم کا ثمرہ بیان کرتے ہیں باوجود یسوع مسیح کی سخت ممانعت اور خطرناک فتوٰی کے اناجیل مروجہ کے قاعدہ کو عملی طور پر منسوخ کر دیا ہے اور اُس کی جگہ قانون طلاق پاس کر دیا ہے۔ یسوع مسیح کی اس تعلیم کی مشکلات کو دیکھکر اُسکے شاگرد خاموش نہ رہ سکے۔ اور اُنہوں نے اُس سے کہا "اگر مرد کا حال جورو کے ساتھ یہ ہے تو جورو کرنا اچھا نہیں" اب جو جواب یسوع مسیح نے دیا اُسکو سُنکر بہت سے لوگ حیران ہونگے۔ قرآن شریف کے پڑھنے والے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو جاننے والے تو شاید خیال کرینگے کہ یسوع مسیح نے اپنے شاگردوں کی اس رائے کو بہت ناپسند کیا ہوگا اور انہیں سمجھایا ہوگا کہ انسان کے تقوٰی کے لیئے نکاح نہایت لازمی چیز ہے بلکہ اگر تقوٰی تمھیں مجبور کرے تو تمھیں اجازت ہے کہ عدل کی پابندی کے ساتھ دو۔ تین یا چار بیبوں سے بھی نکاح کرلو مثلاً اگر ایک بیوی دائم المریض ہے اور وہ تمھارے تقوٰی کے قائم رہنے کا ذریعہ نہیں ہو سکتی اور خوف ہے کہ اس صورت میں تمھارا دل پاکیزہ نہیں رہ سکے گا اور تمھاری آنکھ خیانت کریگی تو ایسی صورت میں یسوع مسیح کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعلیم نہیں دی کہ تُو اپنی آنکھ نکال دے اور اُسے پرے پھینک دے بلکہ اُسکے لیئے یہ علاج سکھایا کہ اگر ایک بیوی بعض وجوہات سے تمھارے تقوٰی کے قائم رکھنے کا ذریعہ نہیں ہوسکتی تو تم دوسری بیوی بھی کر سکتے ہو اور یہ کہ تمھاری غرض نکاح سے تقوٰی کا حاصل کرنا ہونی چاہیئے اور چونکہ حالات مختلف ہوتے ہیں اور ممکن ہے کہ بعض صورتیں ایسی واقع ہو جاویں کہ دو بیویوں کا ہونا بھی تقوٰی کے حصول کی غرض کو

پورا نہ کرے اس لیئے خدا تعالیٰ نے دو تک بھی حصر نہیں رکھا بلکہ اس سے بھی زیادہ کی اجازت دی ہے کیونکہ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے اور یہ تمام انسانی ضروریات کا سامان مہیا کرتا ہے اسلیئے اس نے خاص خاص صورتوں کے لیئے بھی علاج بتایا ہے اور یسوع مسیح کی طرح انسان پر ایسا بوجھ نہیں ڈالا جسکی وہ برداشت نہیں کر سکتا اور اُس نے اناجیل مروجہ کی طرح یہ حکم نہیں دیا کہ اگر تمھاری آنکھ خیانت کرے تو اُسکو نکال دے اور اگر تمھارا ہاتھ تمھیں دکھ دے تو اُسے کاٹ دے بلکہ اُس نے وہ علاج بتائے ہیں جن سے آنکھ خیانت کرنے سے رُک جائے اور ہاتھ دکھ دینے سے باز رہے۔ یسوع مسیح کی مثال اُس ڈاکٹر کی طرح ہے جسکے پاس علاج کا سامان بہت ہی محدود ہے مگر ہاں اُس کے تھیلے میں ایک تیز چاقو ہے۔ جب ایک بیمار آنکھ اُس کے سامنے پیش کی جاتی ہے تو وہ اپنے محدود ذخیرہ میں کوئی ایسی دوا نہیں پاتا جس سے اُس بیمار آنکھ کا علاج کرے اس لیئے دیکھتے ہی یہ کہتا ہے کہ اس آنکھ کو نکال کر پھینک دینا چاہیئے یہ نہیں کہ وہ آنکھ ناقابل علاج ہے بلکہ بات یہ ہے کہ ڈاکٹر نہیں جانتا کہ کس علاج سے یہ آنکھ اچھی ہو سکتی ہے۔ اس لیئے وہ مریض کو یہی مشورہ دیتا ہے کہ اس آنکھ کو نکالکر پھینک دو کیونکہ تیرا کانا ہو جانا اس سے بہت بہتر ہے کہ تو ہمیشہ کے عذاب میں گرفتار رہے۔ مگر قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال ایک ایسے حاذق طبیب اور تجربہ کار ڈاکٹر کی ہے جس کے شفاخانہ میں ہر بیماری کے لیئے دوا اور ہر طرح کے پھوڑے اور تمام قسموں کے زخموں کے لیئے مرہم۔ پٹی کا پورا پورا سامان موجود ہے اور جب ایک بیمار کی آنکھ اُسکو دکھائی جاتی ہے تو بجائے اسکے کہ وہ اسکو اپنے تیز چاقو سے نکالکر باہر پھینک دے وہ مریض کو وہ دوا بتلاتا ہے جس سے اُس کی آنکھ کا دُکھ جاتا رہے۔ اس لیئے قرآن شریف یسوع مسیح کی طرح یہ نہیں کہتا کہ اگر تیری آنکھ یا تیرا ہاتھ یا تیرا پاؤں تیرے لیئے ٹھوکر کا موجب ہوں تو انکو کاٹ کر دُور پھینک دے کیونکہ تیرا کانا یا ٹنڈا یا لنگڑا ہو جانا ہمیشہ کے دکھ سے بہتر ہے

بلکہ وہ بیمار کے لیئے ایسے نسخے تجویز کرتا ہے جن کے استعمال سے آنکھ کان ہاتھ اور پاؤں صحت کی حالت حاصل کریں اور انسان اُن کے دُکھ سے محفوظ رہے۔

اور طرفہ یہ ہے کہ یسوع مسیح کی جو تعلیم اناجیل میں درج ہے وہ ایک ایسے طبیب کی ہدایات کی طرح ہے جو بیماریوں کا علاج کرنا تو کجا حفظانِ صحت کے قواعد سے بھی لوگوں کو آگاہ نہیں کرتا بلکہ ایسی ایسی ہدایتیں اُنکو دیتا ہے جن سے اُنکی صحت اور بھی بگڑ جائے۔ جب یسوع مسیح کے شاگردوں نے اُس سے کہا کہ جیسے قواعد آپ میاں بیوی کے تعلقات کے بارے میں بتلاتے ہیں وہ ایسے فوق الطاقت ہیں کہ اُنسے تو یہی بہتر ہے کہ انسان تجرد کی زندگی اختیار کرے تو اُس نے اُنکو جواب دیا "سب اس بات کو قبول نہیں کرتے مگر وے جنہیں دیا گیا" (متی ۱۹/۱۱)

اس جواب سے پایا جاتا ہے کہ یسوع مسیح تجرد کی زندگی کو بہت پسند فرماتے تھے مگر انہوں نے اس لیئے تجرد کو اپنے پیرووں کے لیئے لازمی نہیں ٹھہرایا کہ سب لوگ اس حکم کو قبول نہیں کرینگے تاہم وہ کہتے ہیں کہ تجرد کی زندگی کو وہ لوگ قبول کرینگے جنکو آسمانی باتوں کا فہم عطا کیا گیا ہے۔ پس اُنکے نزدیک تجرد کی زندگی نہایت ہی اعلیٰ درجہ کی زندگی تھی اور انہوں نے اپنے پیرووں کو یہ سنا کر کہ شادی کرنا ادنیٰ درجہ کے لوگوں کا کام ہے اور اعلیٰ پایہ کے انسان جن کو خدائے تعالیٰ کی طرف سے علم اور حکمت عطا کی گئی ہے تجرد کی زندگی کو پسند کرینگے مجرد رہنے اور شادی نہ کرنے کی ترغیب دی۔ اور خود اناجیل کے بیان کے مطابق مجرد رہ کر اپنے شاگردوں کے سامنے تجرد کا ہی عملی نمونہ پیش کیا پس اُنکے بیان اور نمونہ سے کُھلے طور پر ہویدا ہوتا ہے کہ وہ مجردانہ زندگی کو بہت پسند کرتے تھے اور اُن کے نزدیک مجردانہ زندگی بسر کرنا انسانی کمال میں داخل تھا اس لیئے جو شخص یہ چاہے کہ یسوع مسیح کی تعلیم اور عمل پر پورے طور پر کاربند ہو سکے لیئے لازم ہے کہ وہ شادی نہ کرے اور ساری عمر مجردانہ زندگی کو اختیار کرے چنانچہ مسیحیوں میں ہزارہا انسانوں نے اس تعلیم اور نمونہ پر عمل کرنے کی کوشش کی ہے اور جو بد نتائج اس سے پیدا ہوئے ہیں اُسکے لیئے تاریخ کافی گواہ ہے۔ واقعات ثابت کرتے ہیں اور انسانی

فطرت شہادت دیتی ہے کہ جو تعلیم یسوع مسیح نے دی وہ انسان کے لیئے نہایت ٹھوکر کا موجب ہے۔ اب ایک طرف یسوع مسیح روحانی تکمیل کیلیئے وہ راہیں بتاتا ہے جو انسان کیلیئے ٹھوکر اور ابتلا کا موجب ہیں اور دوسری طرف وہ یہ سکھاتا ہے کہ اگر تیری آنکھ تیرے لیئے ٹھوکر کا موجب ہو تو اُسے نکال کر پھینک دے اور اگر تیرا ہاتھ تیرے لیئے ٹھوکر کا موجب ہو تو تُو اپنے ہاتھ کو کاٹ کر پھینک دے اور اگر تیری ٹانگ تیرے لیئے ٹھوکر کا موجب ہو تو تُو اپنی ٹانگ کو کاٹ کر پھینک دے۔ ان حالات میں اگر کوئی شخص یسوع مسیح کی تعلیم پر عمل کرنا چاہے اور جو راہیں کمال کی اُس نے بتائی ہیں اُن پر چلنے کی کوشش کرے تو اوّل تو اُسے چاہیئے کہ یسوع مسیح اور اُس کے بہت سے پیروؤں کی طرح عمر بھر شادی نہ کرے اور جب عمر بھر شادی نہ کریگا تو ضرور ہے کہ کسی نہ کسی وقت اُسکی آنکھ خیانت کرے یا اُس کا ہاتھ یا پاؤں بُری راہ کی طرف جھکنا چاہے پس ایسی صورت میں اگر وہ یسوع مسیح کی عملی ہدایات پر عمل کر کے بدی سے بچنا چاہے تو اُسے چاہیئے کہ اپنے ہاتھ اور پاؤں کو کاٹ کر پھینک دے اور اپنی آنکھوں کو نکال دے کیونکہ یہی علاج ہے جو اُس نے بیان کیا ہے۔ نہیں نہیں مَیں بھول گیا۔ یسوع مسیح نے ایک اور راہ بھی بیان کی ہے جو خصوصاً اُن لوگوں کیلیئے ہے جو عمر بھر کا تجرد اختیار کرنا چاہیں۔ اُسی موقعہ پر جب اُس نے اپنے شاگردوں کو کہا کہ مجردانہ زندگی بہت اعلیٰ درجہ کی زندگی ہے مگر "سب اس بات کو قبول نہیں کرتے مگر وے جنہیں دیا گیا" اُس نے ساتھ ہی اُس طریق کی طرف بھی اشارہ کر دیا جس پر چلکر انسان بڑی آسانی سے عمر بھر مجرد رہ سکتا ہے۔ وہ ساری عبارت مَیں بجنسہٖ ذیل میں درج کرتا ہوں:۔

"بعضے خوجہ ہیں جو ماں کے پیٹ ہی سے ایسے پیدا ہوئے اور بعضے خوجہ ہیں جنہیں لوگوں نے خوجہ بنایا۔ اور بعضے خوجہ ہیں جنہوں نے آسمان کی بادشاہت کے لیئے آپ کو خوجہ بنایا۔ جو اُسکو قبول کر سکتا ہے سو کرے۔" متی 19/12

پہلے وہ اپنے شاگردوں کو کہتے ہیں کہ شادی نہ کرنا شادی کرنے کی نسبت بہت اچھا ہے مگر وہی لوگ اس امر کو قبول کرتے ہیں جنہیں خدائے تعالیٰ کی طرف سے علم

وحکمت دیا گیا پھر وہ ایک عملی طریق بھی بتاتے ہیں جس کو اختیار کرنے سے شادی کی ضرورت ہی نہ پڑے وہ کہتے ہیں کہ بعض تو وہ لوگ ہیں جو پیدائیش سے ہی خوجے ہوتے ہیں اور بعض کو لوگ اپنے گھروں میں داخل کرنیکے لیئے خوجہ بنا دیتے ہیں مگر سب سے اچھے وہ لوگ ہیں جو آسمان کی بادشاہت میں داخل ہونے کے لیئے اپنے آپ کو خوجہ بنا دیں۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ جو شخص اسکو قبول کر سکتا ہے سو کرے۔ یعنی مینے ایک طریق بتلا دیا ہے جو اسپر عمل کر سکتا ہے وہ عمل کرے اور آسمانی بادشاہت میں داخل ہو۔ ناظرین غور فرمادیں۔ یہاں کوئی استعارہ نہیں ہے بلکہ یسوع مسیح ایسے لوگوں کا ذکر کرتے ہیں جو واقعی طور پر خوجے ہوں اور اُن کی تین قسمیں بیان کرتے ہیں اوّل وہ جو پیدائیش سے ہی خوجے ہوتے ہیں دوم وہ جن کو دنیا دار لوگ اپنے محلوں میں داخل کرنے کے لیئے خوجہ بنا دیتے ہیں اور سوم وہ جو آسمانی بادشاہت میں داخل ہونے کے لیئے خود اپنے تئیں خوجہ بنا دیتے ہیں اور اسطرح تمام قسم کی ٹھوکروں کا یک قلم فیصلہ کر دیتے ہیں۔ ناظرین دیکھ چکے ہیں کہ پہلے یسوع مسیح کہتا ہے کہ اگر تیری آنکھ تیرے لیئے ٹھوکر کا موجب ہو تو تُو اپنے آنکھ کو نکال کر پھینک دے اور اگر تیرا ہاتھ یا پاؤں تیرے لیئے ٹھوکر کا موجب ہو تو تُو ان عضووں کو بھی کاٹ کر پھینک دے کیونکہ کانا اور ٹنڈا اور لنگڑا ہو کر آسمانی بادشاہت میں داخل ہونا تیرے لیئے اس سے اچھا ہے کہ تُو جہنّم میں جائے اور پھر اس سے بڑھ کر یہ کہا کہ سب سے اچھا اور بہترین طریق تو یہ ہے کہ انسان آسمانی بادشاہت میں داخل ہونے کے لیئے اپنے تئیں خوجہ ہی بنا دے اور اسطرح عمر بھر تجرد کی زندگی اختیار کرے اور جو اس کو قبول کر سکتا ہے سو کرے چنانچہ اُس کے پیروؤں میں بعض ایسے لوگ بھی ہوئے ہیں جنہوں نے اس تعلیم پر عمل کر کے دکھا بھی دیا ہے۔ اگر کسی کو شک ہو تو مسیحیوں کے مشہور و معروف مقدس بزرگ آریجن کا حال ہی پڑھ لے ؛

اب یسوع مسیح کی دوسری تعلیموں کی طرح یہ تعلیم بھی ایسی ہے کہ اسپر کاربند ہونے سے انسانی نسل کا خاتمہ ہی ہو جاتا ہے۔ اگر خوجے ہونے کی نصیحت پر عمل نہ بھی کیا جاوے صرف تجرد کی تعلیم کو اختیار کیا جاوے تب بھی ایک ہی نسل میں کل نوع انسان کا خاتمہ

ہو جاتا ہے۔ اب میں اُن لوگوں سے جو یسوع مسیح کی تعلیم کو مغربی دنیا کی ترقی کا راز بیان کرتے ہیں پوچھتا ہوں کہ کیا یہی تعلیم جسکا میں اوپر بیان کر چکا ہوں مسیحی دنیا کی ترقی کا باعث ہوئی اور کیا مہذب دنیا اس تعلیم پر عمل کرنا پسند کرتی ہے اور اگر وہ اس تعلیم کو اختیار کرے تو کیا وہ ترقی کے اعلیٰ مدارج تک پہنچ سکتی ہے۔ افسوس ہے کہ یسوع مسیح تو ایسی تعلیم دے جس سے ترقی کرنا تو الگ رہا نسلِ انسان کا خاتمہ ہی ہو جاتا ہے مگر مسیحی صاحبان ہمیں یہ سناتے ہیں کہ مسیح کی تعلیم ہی ہے جس کی بدولت مغربی دنیا روز افزوں ترقی کر رہی ہے۔

(۶) یہ کہنا کہ مغربی دنیا نے یسوع مسیح کی تعلیم پر چلکر مادی ترقی میں آگے قدم بڑھایا ہے بالکل ایک دھوکہ ہے۔ دنیا جب سے پیدا ہوئی اُسی وقت سے اُس نے ان امور میں ترقی کرنی شروع کی ہے اور جس چیز کا نام مسیحی صاحبان تہذیب رکھتے ہیں اُس میں دنیا قدیم سے ترقی کرتی چلی آئی ہے۔ بہت سے ممالک کی بہت پرانی تہذیب کا پتہ ملتا ہے۔ مصر اور بابل کی پرانی تاریخ کو دیکھو۔ ہندو لوگ اپنی نہایت قدیمی تہذیب پر فخر کرتے ہیں۔ یہی حال چین اور ایران کا ہے اور سب سے عمدہ مثال رومی سلطنت کی ہے جسکی تہذیب کا کل یورپ گواہ ہے اور مسیحی صاحبان جانتے ہیں کہ یہ سب قومیں بت پرست اور دیوتا پرست تھیں پس اگر مسیحی صاحبان کے نزدیک مغربی دنیا کی ترقی مسیحیت کی بدولت ہے تو پھر انہیں یہ بھی ماننا چاہیئے کہ پہلی قوموں نے جو ترقی کی وہ بت پرستی کا ثمرہ تھا اور یہ کہ بت پرستی اور دیوتا پرستی بھی مسیح پرستی کی طرح سچا مذہب ہے۔

مسیحی صاحبان کو یہ بھی گمان نہیں کرنا چاہیئے کہ مغربی دنیا کی ایجادیں بھی مسیحیت کا ہی پھل ہیں۔ کیونکہ ایجاد کا سلسلہ بھی اُسی وقت سے جاری ہے جب سے کہ دنیا کی بنیاد ڈالی گئی۔ اور مغربی دنیا کی ایجادوں سے پہلے جس قدر ایجادیں ہو چکی ہیں اُنکا شمار کرنا بھی محال ہے۔ اور وہ ایجادیں نہایت حیرت انگیز بھی ہیں۔ دیکھو کنوآں اور جس طریق اور جن مشینوں کے ذریعہ اُس سے پانی نکالا جاتا ہے کیا یہ ایک حیرت انگیز ایجاد

نہیں اور کیا جس شخص نے اس کو تجویز کیا وہ ایک اعلیٰ درجہ کا موجد نہ تھا۔ پھر یسوع مسیح سے پہلے لوگ کپڑا پہنتے تھے اور یہ بھی کئی حیرت انگیز ایجادوں کا نتیجہ تھا۔ اور ان مشینوں میں سے جن کے ذریعہ کپڑا تیار ہوتا تھا ایک چرخہ ہے۔ کیا اس کا تجویز کرنے والا ایک موجد نہ تھا۔ پھر کیا جلاہے کا سامان ایک عجیب ایجاد نہیں ہے۔ پھر چقماق میں سے آگ نکالنا کیا یہ ایک ایجاد نہیں ہے۔ غرض جب سے دنیا پیدا ہوئی ایجادوں کا سلسلہ برابر جاری ہے اور جب سے دنیا کا آغاز ہُوا اُسوقت سے انسان نے تہذیب میں ترقی کرنی شروع کر دی اور جو شخص اس زمانہ کی ایجادوں اور ترقی کو مسیحیت کا پھل بیان کرتا ہے وہ یا تو خود ایک دھوکہ میں ہے یا دوسروں کو عمداً دھوکہ دیتا ہے۔

(۷) ہاں یسوع مسیح ضرور تعریف کا مستحق ٹھہرتا اگر وہ اُس قوم کو جس میں وہ پیدا ہُوا ترقی کے کسی اعلیٰ درجہ تک پُہنچا کر دکھا دیتا۔ تب ہم کہتے کہ واقعی یسوع مسیح کی بدولت اُسکی قوم نے ترقی کر لی۔ اگر یسوع مسیح کے حواری اور شاگرد اور وہ لوگ جو اُن کے تابع ہوئے یسوع مسیح کی تعلیم پر چلکر کسی نمایاں ترقی کا نمونہ پیش کرتے تب ہم ضرور کہتے کہ یہ یسوع مسیح کی تعلیم کا نتیجہ اور برکت ہے۔ مگر اُنہوں نے کوئی ایسا نمونہ نہیں دکھایا۔ دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی قوم میں پیدا ہوئے جو بالکل وحشی اور غیر مہذب تھے مگر آپ نے چند سال میں اُنکو با اخلاق اور با خدا انسان بنا کر دکھا دیا اور وحشت کے گڑھے سے نکالکر سچی تہذیب کے اعلیٰ مینار پر پُہنچا دیا اور انکو تاریکی اور جہالت سے نکالکر نور اور علم کی روشنی میں داخل کیا اور آپ کی بدولت آپکی قوم نے ایک ایسا نور حاصل کیا جس سے نہ وہ صرف خود روشن ہوئے بلکہ ایک دنیا کو بھی روشن کر دیا اور انہوں نے مسیحی یورپ میں بھی جو اُسوقت خود مسیحیوں کے بیان کے مطابق سخت جہالت اور تاریکی میں پڑا ہُوا تھا ایک چراغ روشن کیا اُس چراغ کی بدولت یورپ کو معلوم ہُوا کہ مسیحیت نے ہمیں سخت اندھیرے میں رکھا ہُوا تھا اور جہالت کی تاریکی میں ڈالا ہُوا تھا اور وحشت کے گڑھے میں پھینکا ہُوا تھا اس لیئے اسلام کی بدولت یورپ بیدار ہُوا اور علم حاصل کرنے کی طرف متوجہ ہُوا اور جو ترقی اُس نے کی وہ اُس وقت سے شروع ہوئی جبکہ اُس نے اسلام

کی مشعل سے روشنی حاصل کی اور علم کی طرف توجہ کی اور کلیسیا کے جُوئے کو اپنی گردن سے اُتار کر پھینکدیا۔ اور مسلمان جب تک اُس راہ پر چلتے رہے جس راہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکو چلایا تھا تو وہ ترقی کرتے گئے مگر جب اُنہوں نے اُن راہوں کو چھوڑ دیا اور آپ کے احکام کی خلاف ورزی شروع کر دی اور بجائے اتحاد کے تفرقہ اختیار کیا اور بجائے سعی کے کاہلی اور بجائے چستی کے سستی اور بجائے علم کے جہالت تو اسوقت سے اُن میں ادبار شروع ہو گیا۔

(۸) اگر یورپ کی تاریخ پر نظر کیجاوے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسیحیت بجائے اس کے کہ ترقی کا ذریعہ ٹھہری ہو وہ ہمیشہ ترقی کی مانع رہی ہے۔ اور بجائے اسکے کہ وہ یورپ کو علم اور تہذیب کی راہ پر چلائے اُس نے اُلٹا یورپ کو جہالت اور وحشت کے گڑھے میں پھینکدیا۔ اس کے ثبوت کے لیئے صرف یہی کافی ہے کہ یورپ کی تاریخ میں ایک زمانہ Dark Ages ڈارک ایجز کے نام سے مشہور ہے اور وہ اُسوقت سے شروع ہوتا ہے جب رومی سلطنت تباہ ہوئی اور اُسوقت ختم ہوتا ہے جب کہ سپین کے مسلمانوں کے ذریعہ یورپ میں علم کا چرچا شروع ہوا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ یورپ میں مسیحیت کا دَور دَورہ تھا۔ اب اگر مسیحیت میں روشنی اور تہذیب کے اسباب موجود تھے تو چاہیئے تھا کہ اُس کے ساتھ ہی یورپ میں روشنی اور علم پھیلنا شروع ہو جاتا اور اگر پہلے کچھ وحشت موجود تھی تو وہ مسیحیت کی برکت سے فوراً دُور ہونی شروع ہو جاتی اور لوگ مہذب ہونے شروع ہو جاتے مگر مسیحیت کی برکت کا یہ نتیجہ ہوا کہ یورپ میں ایک ظلمت اور وحشت کا دَور دَورہ شروع ہو گیا جو کئی صدیوں تک جاری رہا اور اُس کا خاتمہ اُسوقت ہوا جب کہ مسلمانوں کی روشنی نے سپین سے نکلکر یورپ کو روشن کرنا شروع کیا۔ اور یورپ میں مسلمانوں کی بدولت علم کا چرچا شروع ہوا۔ جو زمانہ ڈارک ایجز کے خاتمہ کے وقت شروع ہوا اُسکو تاریخ میں ریکی نے سنس Renaissance کا زمانہ یعنی علم و ہنر کے تازہ ہونے کا زمانہ کہتے ہیں جو سنہ ۱۴۷۰ء میں شروع ہوا اور اُسی وقت یورپ کی ترقی شروع ہے اور تاریخ اس

بات کی گواہی دیتی ہے کہ یہ علم و ہنر کا چرچا یورپ میں سپین کے مسلمانوں کی بدولت شروع ہوا۔ اگر مسیحیت میں ترقی کا کوئی راز تھا تو وہ ۱۴۰۰ سال تک کیوں مخفی رہا۔ اور کیا وجہ ہے کہ یورپ میں مسیحیت کے قدوم کے بعد جہالت اور وحشت کا دَور دَورہ شروع ہوگیا۔ اور مسیحیت بجائے اس کے کہ یورپ میں علم و تہذیب کی مشعل کو روشن کرتی جو تہذیب اور روشنی رومی سلطنت کے زمانہ میں موجود تھی اُسکو بھی قائم نہ رکھ سکی اور یورپ باوجود مسیحیت کے غلبہ کے اور باوجود کُل سلطنتوں کے مسیحی ہوجانے کے جہالت اور وحشت کے گہرے گڑھے میں جا پڑا اور مسیحیت بجائے اس کے کہ یورپ کو اس تاریکی سے نکالے خود اسکے پھیلانے اور قائم رکھنے میں مددگار ہوئی:۔

(۹) بے شک آجکل مغربی دنیا مادی امور میں بہت ترقی کر گئی ہے مگر ساتھ ہی اسکے یہ امر بھی درست اور صحیح ہے کہ جیسے مغربی دنیا علم و ہنر میں اور اپنے رنگ کی تہذیب میں ترقی کر رہی ہے ویسے ہی وہ یسوع مسیح اور مسیحیت کو ترک کر رہی ہے۔ پہلے کلیسیا کو حکومت میں بڑا دخل ہوتا تھا بلکہ کلیسیا کے عہدہ دار بادشاہوں پر حکومت کرتے تھے مگر اب یہانتک نوبت پہنچ گئی ہے کہ بعض مہذب ملکوں میں جو سلطنت کی طرف سے گرجوں کو جائدادیں ملی ہوئی تھیں وہ بھی ضبط کی گئی ہیں اور کلیسیا کے عہدہ داروں کو جو تنخواہیں ریاست کی طرف سے ملتی تھیں وہ بھی بند کردی گئی ہیں یہانتک کہ گرجوں کا سامان کرسیوں وغیرہ تک ریاست نے ضبط کرلیا ہے اور جن کوٹھیوں میں کلیسیا کے بزرگ بمع اپنے اہل و عیال بود و باش رکھتے تھے اُن کوٹھیوں سے بھی اُنکو نکالدیا ہے اور جن ملکوں میں گرجا کو کسی قدر امداد سلطنت کی طرف سے ملتی ہے اُن میں بھی ہزاروں لوگ ایسے پیدا ہوگئے ہیں جو اس امر پر سخت اعتراض کر رہے ہیں کہ کیوں ملک کا روپیہ گرجا پر خرچ کرکے ضائع کیا جاتا ہے۔ اسکے علاوہ عام لوگ بائیبل کے خدا کا کلام ہونے یا یسوع مسیح کی الوہیت اور کفارہ کے اعتقاد کو چھوڑ چکے ہیں اور کھلے طور پر اپنے انکار کا اظہار کرتے ہیں اور مسیحیت پر اور بائیبل پر ہزار ہزار اعتراض اپنے لیکچروں اور اخباروں میں شائع کرتے ہیں۔ گرجوں میں

لوگوں نے جانا چھوڑ دیا ہے اور ہزاروں نئے فرقے پیدا ہو گئے ہیں اور خود مسیحیت کے اندر سینکڑوں فرقے نمودار ہو گئے ہیں اور اہل علم اور سائنس اور فلسفہ کے ماہر اکثر نہ صرف مسیحیت سے بیزار بلکہ خود اُس خدا سے منکر ہیں جس کو مسیحیت پیش کرتی ہے۔ غرض اس میں کچھ شک نہیں کہ مسیحیت مسیحی ممالک میں سخت کمزور ہو گئی ہے اور اُس کا زوال روز بروز بڑھتا جاتا ہے اور وہ اس طرح گلتی جاتی ہے جس طرح کہ پانی میں نمک گل جاتا ہے اور خود پادری صاحبان اس سے انکار نہیں کر سکتے کہ آجکل نہایت سخت حملے مسیحیت پر مسیحی ممالک میں ہو رہے ہیں اور اہل علم اور محققین نے بائبل پر اسقدر اعتراضات کے تیر چلائے ہیں کہ اُس کو چھلنی کی طرح کر دیا ہے بلکہ اس کی دھجیاں اڑا دی ہیں۔ اگر کسی کو شک ہو تو وہ انسائیکلو پیڈیا ببلیکا کو دیکھ لے جس میں بڑے بڑے محققین کے مضامین درج ہیں۔ اناجیل کو تو ایسا ناقابل اعتبار کر دیا ہے کہ ایک گروہ ناول سے زیادہ انکی حیثیت نہیں سمجھتا اور اس لیئے بعض یسوع مسیح کے وجود سے ہی انکار کرنے لگ گئے ہیں۔ جب مہذب ممالک میں خود مسیحیت کا یہ حال ہے تو پھر اس صورت میں یہ کہنا کہ مغربی ممالک کی تہذیب مسیحیت کی پیروی کا نتیجہ ہے اگر مغالطہ نہیں تو اور کیا ہے؟ اور تو اور خود کلیسیا کے ممبروں میں ہزاروں ایسے لوگ ہیں جو اپنے دل میں یسوع کے کفارہ اور اُس کی الوہیت اور بائبل کے کلام الٰہی ہونے کے عقیدہ کو چھوڑ چکے ہیں اور ان اعتراضات کا یہ نتیجہ ہے کہ خود پادری لوگ مسیحیت کے پرانے اعتقادات میں مناسب ترمیمیں کر رہے ہیں اور آجکل کی مسیحیت وہ مسیحیت نہیں رہی جو ابتدائی زمانہ کی مسیحیت تھی۔ غرض جس ترقی کے ساتھ خود مسیحی مذہب زوال میں ترقی کر رہا ہے اُس ترقی کو کوئی عقلمند مسیحیت کا پھل نہیں کہہ سکتا۔ اگر مسیحیت کے عروج کے ساتھ مسیحی دنیا عروج کرتی اور مسیحیت کے زوال کے ساتھ اُس کو زوال پہنچتا تو اُس صورت میں یہ کہنا بجا تھا کہ یہ ترقی مسیحیت کی بدولت تھی مگر یہاں تو معاملہ بالکل دگرگون ہے۔ مسیحیت کے دَور دَورہ کے دنوں میں تو مسیحی قوم سخت تاریکی اور ظلمت اور تنزل کی حالت میں رہی اور صدہا سال تک ترقی کرنا تو کجا تنزل

میں ہی قوم ترقی کرتی گئی۔ اور جب قوم نے ترقی کرنی شروع کی تو اُسوقت مذہب میں تنزل شروع ہوگیا اور جوں جوں قوم اوپر چڑھتی جاتی ہے مسیحی مذہب نیچے گرتا جاتا ہے تو پھر اس صورت میں کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ مغربی قوموں کی ترقی مسیحیت کی بدولت ہے۔ برخلاف اسکے تاریخ گواہ ہے اور جو لوگ واقعات سے آگاہ ہیں وہ اس بات کے شاہد ہیں کہ مسیحیت ترقی کی راہ میں ایک سدِّ راہ رہی ہے۔ بلکہ اس نے ایک دفعہ اس ترقی کو تباہ کر دیا جو دنیا پہلے کر چکی تھی اور قوم کو ایک دفعہ تو جہالت اور وحشت کے تاریک گڑھے میں گرا کر دکھا دیا آخر یورپ کی خوش قسمتی سے ایک قوم جس نے عرب کے مقدّس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتب میں تربیت حاصل کی تھی یورپ میں پہنچی اور اُس نے علم وہنر کا چراغ اُن دیار میں روشن کیا اُسوقت یورپ کی آنکھ کھلی اور وہ کلیسیا کے جُوئے کو اپنی گردن سے پھینک کر علم وہنر کی تحصیل کی طرف متوجہ ہوا۔ مگر افسوس ہے کہ اُسوقت بھی مسیحیت نے یورُپ کو اُس مشرقی نور سے پورے طور پر متمتع ہونے سے محروم ہی رکھا۔ اور جو تلوار مسیحیت نے پہلے یورپ میں چلائی تھی جس وجہ سے یورپ میں صرف مذہب کی خاطر خون کی ندیاں بہائی گئی تھیں افسوس کہ آخر اسلام بھی یورُپ میں اُسی ظالم تلوار کا شکار ہُوا۔ اگر مسیحیت کی خونی تلوار نہ ہوتی (جو اُس وقت سے جب سے کہ وہ مسیحیوں کے ہاتھ میں آئی ہمیشہ صرف مذہبی اختلاف کی وجہ سے بے گناہ انسانوں کا خون بہاتی رہی) تو اسوقت یورُپ دونوں قسم کی یعنی روحانی وجسمانی نعمتوں سے متمتع نظر آتا مگر یسوع مسیح کے پیروؤں نے اپنی تلوار کو سپین کے مسلمانوں پر بعد اس کے کہ سپین کے لاکھوں باشندے اسلام کا مذہب بطیب خاطر اختیار کر چکے تھے ایسا چلایا کہ ایک مسلمان متنفس بھی اُس ملک میں باقی نہ چھوڑا اور مسیحیوں نے مسلمانوں کے برخلاف اہل یورُپ کے دلوں میں سخت نفرت اور عداوت اور بدظنی کی روح پھونک دی جسکے بُرے نتیجے اسوقت تک اسلام اور اہل اسلام بھگت رہے ہیں۔ خیر مسلمانوں کو تو جانے دو۔ مسیحیت نے جو تلوار خود یورپ کے لوگوں پر چلائی ہے اور جو آگ

انہوں نے یورپ میں جلائی ہے کیا پادری صاحبان اس سے آگاہ نہیں۔ جو تہذیب یورپ اور امریکہ میں اب نظر آتی ہے پادری صاحبان بتلاویں کہ مسیحی تلوار اور آگ کہاں تک اس تہذیب کے پھیلانے میں معاون و مددگار رہی ہیں۔ کیا اسی تلوار اور اسی آگ کی بنا پر وہ کہتے ہیں کہ جو ترقی مغربی دنیا نے کی ہے وہ مسیحیت کا ہی ثمرہ ہے۔ ہاں اہل یورپ میں جو عقلمند ہیں مثلاً مدبران سلطنت برطانیہ انہوں نے ضرور ایک فائدہ مسیحیت کی تلوار اور آگ سے حاصل کیا ہے اور وہ سبق یہ ہے کہ اُن ظلموں اور بے رحمیوں کو دیکھ کر جو مسیحیت کی تلوار اور آگ کی بدولت ظہور میں آئیں وہ مذہب کی خاطر خونریزی کرنے سے سخت متنفر ہو گئے ہیں اور اب انہوں نے مسیحیت کی خونریزی کی بجائے قرآن شریف کے بہت سے دیگر اصول کے علاوہ لا اکراہ فی الدین کی تعلیم کو اختیار کر لیا ہے اور اب وہ اس مبارک اصل پر کاربند ہو کر بہت نفع حاصل کر رہے ہیں۔ پس یہ ایک فائدہ ہے جو اہل یورپ میں بعض خصوصاً انگریزی قوم نے مسیحیت سے سیکھا ہے یعنی اب وہ مسیحیت کی خونریزیوں سے تھک کر ایسی خونریزیوں کو سخت حقارت کی نظر سے دیکھنے لگ گئے ہیں اس سبق پر اگر پادری صاحبان فخر کریں تو ان کو حق پہنچتا ہے کیونکہ نفرت جو بعض اہل یورپ کے دل میں پیدا ہوئی ہے وہ اسی تلوار کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے جو مسیحیت نے چلائی تھی ؛

(۱۰) اگر پادری صاحبان مادی ترقی کو اپنے مذہب کی سچائی کا معیار قرار دیں تو انکو بڑے مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ اس زمانہ میں بعض اور ایسی قومیں بھی ہیں جو مسیحیت کی پیرو نہیں مگر وہ اس تہذیب میں جس پر پادری صاحبان فخر کر رہے ہیں مغربی دنیا سے بھی آگے بڑھ رہی ہیں۔ کیا پادری صاحبان کو علم نہیں کہ جاپان بھی آج مہذب قوموں میں شمار کیا جاتا ہے اور یہ بھی دنیا کی بڑی بڑی طاقتوں میں داخل ہے۔ کیا پادری صاحبان کو جنگ روس و جاپان بھول گئی ہے کیا اس جنگ میں انہوں نے یہ ثابت نہیں کر دیا کہ وہ بھی ایک مہذب قوم ہے۔

کیا اُنہوں نے یورُپ کی ایک زبردست مسیحی طاقت کو اپنی تہذیب کے زور سے قابل شرم شکست نہیں دی۔ پھر اگر پادری صاحبان کا اصل درست ہے تو انہیں اس بات کا اقرار کرنا چاہیئے کہ جو مذہب جاپان میں پایا جاتا ہے وہ مسیحیت کی نسبت زیادہ اچھا اور اُسپر غلبہ رکھتا ہے۔ اب پادری صاحبان کو چاہیئے کہ مسیحیت کو ترک کرکے جاپانیوں کا مذہب اختیار کرلیں کیونکہ اُن کی تہذیب نے مسیحی تہذیب کو شکست دیدی ہے۔ جاپانیوں نے جو ترقی کی ہے وہ مسیحیت کی بدولت نہیں کی کیونکہ وہ مسیحیت کے پیرو نہیں ہیں۔ پس جب ایک قوم بغیر مسیحی مذہب کی پیروی کے ایسی ہی ترقی کرسکتی ہے جیسی کہ مغربی دنیا نے کی ہے بلکہ اُس سے بھی بڑھ کر تو پھر کس طرح یہ ثابت ہُوا کہ جو ترقی مغربی دنیا نے کی ہے وہ مسیحیت کی بدولت کی ہے۔ افسوس پادری صاحبان کے اصول پر۔ جب کوئی سچا معیار صداقت کا ہاتھ میں نہیں رہا تو اب ڈوبتے ہوئے انسان کی طرح تنکوں کا سہارا لے رہے ہیں۔ خیر انکے اس نئے معیار کو جاپان نے خوب توڑ کر دکھا دیا ہے اگر کچھ شرم ہو تو پھر اس معیار کو اپنے مذہب کی صداقت کے ثبوت میں کبھی پیش نہ کریں۔

(۱۱) مذہب کا زیادہ اثر انسان کی اخلاقی اور روحانی حالت پر ہونا چاہیئے مذہب کا منشاء یہ ہے کہ انسان پاکیزہ زندگی اختیار کرے۔ پس اگر پادری صاحبان اپنے مذہب کی صداقت کو ثابت کرنا چاہتے تھے تو انہیں چاہیئے تھا کہ یہ دکھاتے کہ یورپ و امریکہ کے لوگ مشرقی ممالک کی نسبت زیادہ پاکیزہ زندگی بسر کرتے ہیں مگر پادری صاحبان خوب جانتے ہیں کہ اس معیار سے انکا مطلب حاصل نہیں ہوگا کیونکہ جسقدر بدکاری۔ شراب خواری۔ زناکاری۔ قماربازی اور بے حیائی مغربی ممالک میں عام طور پر پھیلی ہوئی ہے اسلامی ممالک میں اسقدر نہیں پائی جاتی ہے بلکہ اگر مغربی ممالک کے سامنے اسلامی ممالک کو رکھا جاوے تو ان امور میں اسلامی ممالک کو نسبتاً بالکل پاک کہا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پادری صاحبان اس معیار

کو کبھی پیش نہیں کرتے۔ مگر ہم اُن سے پوچھتے ہیں کہ اگر مادی ترقی مسیحیت کا ثمرہ ہے تو کیا وجہ ہے کہ جو گندی زندگی کا نمونہ مسیحی ممالک میں پایا جاتا ہے اُسکو مسیحیت کا ہی ثمرہ نہ قرار دیا جاوے خصوصاً جب ہم دیکھتے ہیں کہ مسیحی عقائد اور مسیحی تعلیم میں بہت سے ایسے اسباب موجود ہیں جنکا یہ ضروری نتیجہ ہونا چاہیئے تھا کہ مسیحی ممالک میں ناپاکی اور بدکاری کی اشاعت ہو۔ اس مضمون میں یہ گنجائش نہیں کہ میں اُن سب اسباب کو بہ تفصیل بیان کروں جن کی وجہ سے یہ نتیجہ پیدا ہُوا مگر میں یہاں صرف چند امور پیش کرتا ہوں۔ اوّل یسوع مسیح کا وہ نمونہ جو اناجیل پیش کرتی ہیں۔ ۔۔۔۔۔۔۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرے سامنے دو پیالے پیش کیئے گئے ایک دودھ کا پیالہ اور دوسرا شراب کا پیالہ مگر میں نے دودھ کا پیالہ پیا اور شراب کے پیالہ کو رد کر دیا۔ اُسوقت مجھے کہا گیا کہ اگر تُو اسوقت شراب کے پیالہ کو لیتا تو تیری اُمت میں شراب خوری پھیل جاتی۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک فطرت نے تو شراب کو رد کیا مگر اناجیل مروجہ ہمیں بتلاتی ہیں کہ یسوع شراب پیا کرتے تھے اور سب سے پہلا معجزہ جو انہوں نے دکھایا وہ شراب بنانے کا ہی تھا وہ ایک مجلس میں حاضر تھے جہاں شراب اس کثرت سے پیا گیا کہ جو شراب مالک خانہ نے اُس موقعہ کے لیئے مہیّا کیا تھا وہ ختم ہو گیا اور لوگ شراب پی پی کر مست ہو گئے۔ اُسوقت یسوع مسیح نے اپنی والدہ کی سفارش پر معجزانہ طور پر اور شراب بنائی جو نہایت پسند کی گئی۔ صرف یہی نہیں بلکہ یسوع مسیح نے اعشاء ربّانی میں شراب کا گھونٹ اپنے پیرووں کے لیئے لازم کر دیا چنانچہ اگرچہ پروٹسٹنٹ قوم نے کیتھولک مسیحیوں کے بہت سے اعمال کو ترک کر دیا مگر انہوں نے بھی اعشاء ربّانی کے موقعہ پر شراب کے پینے کو اب تک لازم ٹھہرایا ہُوا ہے کیونکہ خود خداوند نے اسکی بنا ڈالی تھی اب ان دو متضاد نمونوں کا نتیجہ یہ ہُوا کہ اسلامی ممالک کو خدائے تعالیٰ نے عام طور پر شراب خوری سے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قطعی حرام کر دیا تھا اور جسے آپ نے جماع الاثم (تمام گناہوں کا جامع) قرار دیا تھا پاک رکھا مگر مسیحی ممالک میں شراب کی نہریں چل رہی ہیں اور دوسرے ممالک میں بھی جہاں جہاں مسیحی صاحبان تشریف لیجاتے ہیں شراب

کی بوتل کو اپنے ساتھ لیجاتے ہیں ہائے یورپ کی بدقسمتی کہ وہ اب تک اسلام جیسی دولت سے مسیحیت کی تلوار اور آگ کی بدولت محروم رہا ورنہ جو مصیبت اسوقت یورپ اور دیگر مسیحی ممالک شراب کی وجہ سے واقع ہے اور جو طرح طرح کی بدکاریاں اسکے سبب سے مسیحی ممالک میں پھیلی ہوئی ہیں اُن سے وہ بچ جاتا۔ اب بھی اگر مغربی ممالک ان بدکاریوں اور اس شراب خوری کی لعنت سے نجات پائینگے تو اسلام کی ہی بدولت پائینگے۔ مسیحیت ان بدیوں کے علاج سے عاجز ہے اور کیوں عاجز نہو کیونکہ جس مصیبت میں اسوقت مغربی ممالک گرفتار ہیں یہ سب مسیحیت ہی کی طفیل ہے۔ مسیحیت کو اسلام سے کیا نسبت اور یسوع کے نمونہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ سے کیا تعلق۔ اوّل الذکر نے شراب پی۔ خود شراب بنائی اور اپنے پیروؤں کے لیئے ایک مقدس رسم میں اُس کا پینا لازم کردیا۔ مگر آخر الذکرؐ کی پاک فطرت اس ناپاک چیز سے ایسی متنفر تھی کہ آپنے عالم کشف میں بھی شراب سے نفرت کی۔ اس کو قطعی طور پر حرام کیا اور اسکو سب بدیوں کی جڑھ قرار دیا۔ اوّل الذکر کے سامنے شراب کے مٹکے کے مٹکے پیئے جاتے مگر جب آخر الذکرؐ کے مُنہ سے یہ نکلا کہ شراب حرام ہے تو ان لفظوں کا نکلنا ہی تھا کہ شراب کے مٹکے اور تمام پیالے اور گلاس جن میں شراب پیا جاتا تھا اُسی وقت توڑ دیئے گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مدینہ کی گلیوں میں شراب اس طرح بہنے لگا جس طرح کہ یورپ کے شہروں میں مسیحی تلوار کے ساتھ بے گناہ انسانوں کا خون بہایا گیا۔ اور اسکے بعد آپکے شاگردوں نے شراب کو کبھی اپنے ہونٹوں سے نہ لگایا۔ بھلا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یسوع کا عمل کیا حقیقت رکھتا ہے۔ اوّل الذکر کے ملک میں دن رات میں پانچ وقت شراب خوری کے لیئے مخصوص تھے۔ آپنے اُسکی جگہ اُن پانچ وقتوں میں نماز کا پڑھنا اپنے پیروؤں کیلیئے فرض کردیا۔ مگر یسوع مسیح نے جو عبادت اپنے پیروؤں کے لیئے مقرر کی اُسمیں شراب کو ایک ضروری جزو مقرر کردیا۔ ببیں تفاوت راہ از کجا است تا بکجا۔ دوسرا باعث مسیحی ممالک میں بدکاری کے عام طور پر پھیل جانیکا ہمارے نزدیک کفارہ کا مسئلہ ہے۔ مسیحیوں کا عقیدہ ہے کہ ہمارے گناہوں کے عوض یسوع مسیح کفارہ ہو چکا ہے اسلیئے ہمیں گناہوں کی سزا نہیں ملیگی۔ اس عقیدہ نے ہماری رائے میں مسیحیوں کو گناہ کرنے پر دلیر کردیا ہے۔ تیسرا باعث کثرت ازدواج کی ممانعت۔ یہ ممانعت یسوع مسیح کی طرف سے نہیں ہے۔ کثرت ازدواج پر یسوع مسیح سے پہلے انبیائے بنی اسرائیل نے بھی عمل کیا اور اس کی بنی اسرائیل میں اجازت تھی

اور یسوع مسیح نے کہیں اسکو منسوخ نہیں کیا۔ مسیحیوں نے خود اپنی طرف سے ایک مسئلہ گھڑ لیا ہے اور اسکو ناجائز قرار دیدیا ہے۔ تعجب ہے کہ جو باتیں موسوی شریعت میں حرام تھیں اُن کو تو خود بخود جائز قرار دیدیا ہے مثلاً سؤر کا کھانا اور جو باتیں جائز تھیں اُنکو اپنے اوپر حرام کر دیا ہے۔ مگر من گھڑت مسئلے ضرور بُرے نتائج پیدا کرتے ہیں ایک طرف متی کے رو سے سوائے زنا کے طلاق دینا حرام ہے اور لوقا اور مرقس کے رو سے کسی صورت میں بھی طلاق دینا جائز نہیں دوسری طرف دوسرا نکاح کرنے کی خود بخود ممانعت تجویز کر لی ہے اس کا یہ نتیجہ ہُوا کہ بدکاری بڑھ گئی دوسری بیوی سے نکاح تو قانوناً حرام ہے اس لیئے بجائے نکاح کے بدکاری کے ذریعہ اپنی خواہشات کو پورا کر دیا گیا۔ رفتہ رفتہ یہ بدی بڑھتی گئی یہانتک کہ اسکو معمولی کام سمجھ لیا گیا اور بے حیائی بڑھ گئی۔ بے شک مسیحی قوم میں شرفا بھی بہت ہونگے جو ایسی بدیوں سے پاک ہونگے مگر ہم اسوقت عام حالت پر بحث کرتے ہیں۔ چوتھا باعث پردہ کا نہ ہونا ہے۔ یسوع مسیح نے صرف شہوت کی نظر سے دیکھنے کو منع فرمایا ہے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر محرم عورت کی طرف دیکھنا قطعاً روک دیا خواہ شہوت کی نظر سے یا غیر شہوت کی نظر سے یعنی آپ نے بدی کی جڑھ کو ہی کاٹ دیا ہے مگر یسوع مسیح نے جڑھ کو قائم رکھا ہے جب جڑھ قائم رہی تو جڑھ اپنا بُرا پھل بھی لاتی ہے۔ جب دیکھیگا تو ضرور ہے کہ انسان لالچ میں گرفتار ہو اور پھر بدی میں ترقی کرے۔ اسلام نے امتحان کی راہ سے ہی بچانا چاہا ہے مگر یسوع مسیح نے امتحان میں ڈالکر پھر کہا ہے کہ اپنے آپ کو پاک رکھو اور یہ ناممکن ہے۔ غرض بے پردگی اور مردوں اور عورتوں کا بلا تکلف میل جول جسکی مسیحیت اجازت دیتی ہے اُس بدکاری کی ایک بڑی بھاری جڑھ ہے جو آج مسیحی ممالک میں نظر آتی ہے؛

پس مَیں پادری صاحبان سے پوچھتا ہوں کہ اگر تہذیب مسیحیت کی تعلیم کا پھل ہے تو کیوں اُس بدکاری۔ شراب خواری اور طرح طرح کی بدیوں کو بھی مسیحیت کا ہی ثمرہ قرار نہ دیا جاوے جبکہ یسوع مسیح کی تعلیم اور مسیحیت کے عقائد میں ان سب بدیوں کا سامان مہیا پایا جاتا ہے۔

(۱۲) بالآخر مَیں یہ بھی ظاہر کرتا ہوں کہ ایک طرف تو ان سلطنتوں اور انکی شان و شوکت کو ص

دعلما کا یہ عقید ہے تو ان سلطنتوں اور انکی شان و شوکت کو ہم کس طرح مسیحیت کا ثمرہ قرار دیں؛ واخر دعونا ان الحمد للہ

ماہوار رپورٹ صدر انجمن احمدیہ قادیان بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۲ء

صیغہ تعلیم :- اس ماہ اس صیغہ کی آمد ۳-۷-۱۸۸۷ اور خرچ ۹-۶-۱۰۱۸ ہوا۔ خرچ میں ہائی سکول۔ بورڈنگ شاخہائے بیرونی اور گرلز سکول کا خرچ شامل ہے۔ تعداد طلبار ہائی سکول ۳۵۹۔ بورڈران ۱۶۳ اور طلبائی شاخہائی گرلز سکول ڈیڑھ سو سے زیادہ ہے۔ سرکاری وظیفہ خوار ۸ طلبار ہیں۔ آمد مندرجہ بالا صرف ۲۰ یوم کی ہے۔ اسکے بعد کی آمد کی اطلاع بسبب جلسہ سالانہ نہیں پہنچ سکی۔ ہر دو مدارس کے بورڈنگ میں دیگر کالجوں سکولوں کی طرح اس جگہ بھی خرچ خوراک کی تعیین کیگئی ہے۔ تا عملہ بورڈنگ بجائے حساب کتاب کی طرف زیادہ توجہ کرنیکے انتظام کی طرف توجہ کرے۔ آئندہ ماہ مفصل ذکر ہوگا :

مدرسہ احمدیہ :- تعداد طلبار ۸۷ ہے یعنی دو خارج کیئے گئے اور ایک نیا آیا۔ اور کوئی امر قابل اندراج رپورٹ نہیں :

اشاعت اسلام :- ریویو انگریزی میں تین کی اردو میں اُنتیس کی کمی اور تفسیر میں چار کی بیشی ہوئی۔ کمی کی وجہ یہ ہے کہ سال کے آخر بعض خریدار رسالہ بند کرا دیتے ہیں۔ آگرہ میڈیکل سکول کلب میں جہاں پرنسپل صاحب نے ایکدفعہ بعض خاص وجوہات پر تمام مذہبی پرچوں کے پڑھنے کی طلبار کو ممانعت کر دی تھی انگریزی ریویو قیمتاً منگایا جاتا ہے۔ رسالہ اسلام انگریزی کی ایک ہزار کاپی ورلڈز مشنری کانفرنس کلکتہ میں مفت تقسیم کرنی منظور ہوئی ہے۔ اس کام میں بابو محمد بخش صاحب لدھیانہ نے لعہ ۹۶ عطا فرما کر مدد کی ہے جزاہم اللہ خیرا۔ اگر اور صاحب بھی اشاعت اسلام کے اس کام میں مدد لیں تو اچھا ہے اور بقیہ رقم پوری ہو سکتی ہے مجلس معتمدین نے منظور کیا ہے کہ قاعدہ یسرنا القرآن کی طرز پر ایک ہزار کاپی قرآن مجید کی عمدہ خوشخط چھاپی جاوے جس سے بچوں کو سارا قرآن مجید پڑھنے میں سہولت ہو نیز ریویو انگریزی کے بعض ضروری مضامین جیسے پردہ۔ غلامی تعدد ازدواج اور طلاق وغیرہ رسالہ کی صورت میں چھاپنے کی تجویز منظور ہوئی ہے :

مقبرہ بہشتی :- اس ماہ تین موصویہ فوت ہو گئی ہیں ایک مقبرہ میں دفن ہو چکی ہے اور دو باہر دفن ہیں وصیت کا روپیہ وصول ہونے پر انکے کتبے مقبرہ میں نصب کیئے جاویں گے۔ چودھری غلام احمد صاحب مرحوم بی۔ اے انسپکٹر ڈاکخانہ جات جو باہر امانت کے طور پر دفن تھے۔ ایام جلسہ سالانہ میں انکا صندوق یہاں لاکر مقبرہ میں دفن کیا گیا۔ بیس وصایا اس ماہ نئی آئیں۔ علاقہ پشاور و ہری پور ہزارہ کے لیئے میر مدثر شاہ صاحب واعظ مقرر کیئے گئے ہیں۔ اور انکو جہاں جائیں انجمنیں قائم کرنیکا اور وصولی چندہ کا اختیار رہے۔ احباب انکی انکے

کام میں مدد فرماویں - اس ماہ مندرجہ ذیل رقوم بحساب وصیت وصول ہوئی ہیں :-

مستری احمد دین صاحب بھیروی لـہ - ڈاکٹر غلام دستگیر صاحب بحساب وصیت والدہ مرحوم سے - ڈاکٹر غلام دستگیر صاحب وصیت خود سـ - شیخ رحیم بخش صاحب دوکاندار جموں ـص - غلام احمد خانصاحب نمبردار کریام ـیہ ۳ر - ڈاکٹر سید ستار شاہ صاحب بذریعہ سکرٹری انجمن احمدیہ سیالکوٹ - سـ - میاں نورالدین صاحب از کنجاہ ضلع گجرات ـعہ - بابو عبدالرحمٰن صاحب از شملہ عـہ - مرزا خانصاحب از دبرہ سندہ - سیالکوٹ بحساب وصیت مرحومہ اہلیہ خود عـہ - حافظ تصور حسین صاحب بحساب وصیت حکیم غلام محی الدین صاحب مرحوم عـہ - منشی محمد عبداللہ صاحب از پیراں کلی علاقہ سوات - ـعہ - مہر محمد یوسف صاحب کمبوہ از سلےونڈ تحصیل زیرہ ما ر - سکرٹری انجمن احمدیہ سیالکوٹ بحساب وصیت محمد دین مرحوم اپیل نویس ـعہ - شیخ فضل کریم صاحب اکوٹنٹ ملٹری ورکس ـعہ - چودھری غلام محمد صاحب بحساب وصیت والدہ از پوہلہ تحصیل رعیہ ـعہ - مولوی سید انعام رسول صاحب کٹلکی ـعہ مسمات بڈھی مرحومہ زوجہ کریم بخش متوفی بذریعہ محمد بخش صاحب از دھرم کوٹ بگہ - ـعہ - محمد دین صاحب ولد گوہر از گکرالی ـعہ - محمد یوسف صاحب زرگر از پنڈی چیری - عـہ - عبداللہ صاحب بحساب وصیت مہر ساڈں مرحوم ساکن سیکھواں عـہ - صوفی کرم الٰہی صاحب بذریعہ سکرٹری محمد حسین صاحب قریشی از لاہور عـہ

تعمیر :- عمارت مدرسہ کا کام بڑی سرعت سے ہو رہا ہے - ۱۳ کمرے چھت تک پہنچ چکے ہیں ضروری مصالح وغیرہ پہنچ گیا ہے - اس طرح بھٹہ کا کام بھی بڑی تیزی سے چل رہا ہے - اور ہر قسم کی اینٹ تیار ہو رہی ہے - امید ہے کہ انشاءاللہ برسات سے پہلے پہلے عمارت تیار ہو جاویگی بورڈنگ ہوس کی عمارت کا کل کام امید ہے کہ آئندہ ماہ میں مکمل ہو جاویگا مسجد نور کا صحن وسیع کیا گیا ہے - اسکے فرش کے اخراجات میں لکھا گیا تھا کہ کوئی اور صاحب بھی مدد دیں قریب ایک سو روپے کی کمی ہے - علاوہ ازیں ایک صاحب نے مسجد نور پر لگانے کیلئے ایک سو روپیہ دیا ہے - اور وسیع کردہ صحن میں پختہ فرش کیلئے قریباً پانچسو روپیہ بکار ہے - امید ہے کہ کوئی صاحب ہمت اس خرچ کو پورا کردیں گے - اس ماہ چندہ تعمیر ۹ - ۱۴ - ۴۶۲۳ ہوا مندرجہ ذیل انجمنوں نے چندہ تعمیر حسب ذیل بھیجا :- قادیان ۱۵ ر - سٹروعہ ۴ - لاہور ۸ ر - ہوشیارپور ۸ ر - بھاگل پور ۱۴ ر - بھینی (شرق پور) ۸ ر - اجمیر (ہوشیارپور) ـعہ - سامانہ ـعہ - لدھیانہ ـعہ - ونجواں (گورداسپور) ۱۴ ر - گجرات ۱۳ ر - بھیرہ ـعہ - پشاور ـعہ - شملہ ـعہ - بنگلور ۸ ر

حصار صمہ - امرتسر سہ - فیروز پور ماصہ - سیالکوٹ الیعہ - کریام لوعسہ - دادو پور گرو ۸ہ - چندوسی صمہ - ادرحمہ ہہ - ڈیرہ غازیخاں لعہ - جھانسی عا - بنگہ عہ - دہلی عہ - ایبٹ آباد مار - بنارس عہ - مردان مہ - کلکتہ لعسہ - زدمبا (افریقہ) ہہ - چک ۹۹ شمالی معسہ - سنی پور ہہ - راولپنڈی للعہ - انبالہ ہہ - ہری پور حہ - ڈنگہ عا - سہانپور ۸ر - ملتان ہمہ - وزیرآباد صامعسہ - مانگٹ اونچے لعہ - لائل پور عہ - اوچ (بہاول پور) لعہ - چک ۲۴ (حیدرآباد سندھ) لے - مردان پور (پٹیالہ) عہ - اہرانہ (ہوشیارپور) عہ - پٹیالہ عہ - محلانوالہ (امرتسر) عا - شاہجہانپور لوللعہ - ڈیرہ اسمٰعیل خاں ماصہ - شیخ پور (گجرات) ہہ - داتہ صمہ - میرٹھ لعہ - مالیرکوٹلہ ہدعسہ - لنگروھہ ہہ - کاٹھ گڑھ للعہ - منار معسہ - گولیکے صمہ -

اور مندرجہ ذیل احباب نے دس روپے یا اس سے زائد رقم چندہ تعمیر میں بھیجی جو رقوم اس سے کم پہنچی ہیں وہ اس رپورٹ میں نہیں دکھائی گئیں :- خواجہ بشیر الدین صاحب پوسٹماسٹر آرموڑا مہ - منشی محمد عبداللہ صاحب گرداور حلقہ کھاڈ ضلع لاہور عہ - میاں تاج الدین صاحب ساکن اودھووالی (گوجرانوالہ) عہ - بابو احمد دین صاحب سٹیشن ماسٹر پھووال مہ - سید عظیم الدین صاحب وکیل عثمان آباد عہ - منشی محمد اسد اللہ صاحب مدرس سنام مہ - محمد بخش صاحب پٹواری بھولیکے عہ - سید عابد حسین صاحب تحصیلدار بکسوا ڈاکخانہ گلگنج براہ چھترپور مہ ؎

یتامیٰ :- ایک یتیم اس ماہ اہل اخراجات ماہوار پر لیا گیا - خارج کوئی نہیں ہوا - آمد تھوڑی ہے - احباب کی توجہ درکار ہے ؎

زکوٰۃ :- آمد صاللعہ اور خرچ ماہعہ ہے - آمد بوجہ جلسہ سالانہ زیادہ ہوئی - اور وظائف میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوئی ؎

شفاخانہ :- نئے مریض علاج کرانیکے لیئے ۶۸۹ آئے - مائینر اپریشن پندرہ ہوئے میجر اپریشن ۵ ہوئے یعنی ایک کی پتھری نکالی گئی - تین موتیا بند والے بنائے گئے اور ایک ہڈی کی بیماری والیکا اپریشن کیا گیا - چھ سو روپیہ ادویہ و اوزاروں کیلئے منظور کیا گیا ہے سلسلہ کے ڈاکٹر صاحبان شفاخانہ کے لیئے چندہ بھیجنے کی طرف خاص توجہ فرماویں آیندہ ہر ماہ ایسی فہرست شائع ہوتی رہے گی ؎

دفتر محاسب :- کل آمد اس ماہ ۸-۷-۱۶۳۵۵ اور خرچ ۱-۱۵-۱۰۵۵۳ ہوا - آمد میں جلسہ سالانہ کی وجہ سے ترقی ہوئی ؎

دفتر سکرٹری :- جلسہ سالانہ کے متعلق مفصل حالات اخباروں میں شائع ہو چکے ہیں - اس جگہ انکے دُہرانے کی ضرورت نہیں ہے - صرف اتنا لکھنا کافی ہوگا کہ اس دفعہ جلسہ سالانہ پر

آنے والوں کی تعداد اُنیس سو کے قریب تھی۔ جن میں اُناسی عورتیں اور بچیس بچے ہیں۔ باقی سب مرد ہیں۔ جو تعداد شمار میں آئی وہ اٹھارہ سو تنتالیس ہے۔ اور جو لوگ کسی دوست یا رشتہ دار کے گھر میں اُترے وہ شمار میں نہیں آسکے ایسا ہی بعض جماعتیں بھی جہاں امیر و معاون کا انتظام نہ تھا۔ نہیں شمار ہو سکیں جیسے منصوری کوٹلہ اور علیگڈھ کے لوگ۔ گذشتہ سال جلسہ پر آنے والوں کی تعداد پندرہ سو باون تھی۔ آمد جلسہ سالانہ ۰۔۔ ۶۔۔۲۔۔ ۱۸۷ ہوئی گو خرچ کا اسوقت تک پورا حساب نہیں ہو سکا مگر اڑھائی ہزار سے کم نہیں ہوگا۔ مہمانان و کارکنان وغیرہ سمیت جلسہ پر کھانا کھانے والوں کی تعداد سوا دو ہزار سمجھنی چاہیئے۔ اور ۲۳۔ دسمبر ۱۹۱۲ء سے انتظام شروع ہو کر ۳۱۔ دسمبر ۱۹۱۲ء تک کم و بیش رہا۔

جلسہ سالانہ پر مخدوم و مکرم منشی غلام رسول صاحب انسپکٹر پولیس جو عرصہ تک ضلع فیروز پور میں متعین رہے اور اب سرگودہ میں ہیں اور جنہیں سلسلہ اور اسکے کاموں سے بڑا اخلاص اور محبت ہے۔ ہر سال گھی خرید کر اور اس میں اپنی طرف سے بھی خاصہ حصہ لے کر بھیجا کرتے تھے۔ اس دفعہ بوجہ بُعد گھی انسے نہ منگایا گیا۔ تاہم آپ نے جلسہ پر ایک ٹین گھی کا اپنی طرف سے روانہ فرمایا۔ جو انکے اخلاص کو بتارہا ہے۔ ایسا ہی منشی ہاشم علی صاحب گرداور علاقہ ریاست پٹیالہ نے جلسہ پر نمک کا کُل خرچ ادا کیا اور ہر سال جلسہ پر کسی نہ کسی چیز کا خرچ اپنے ذمہ لیا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے مخلصوں کو سلامت رکھے۔ آمین۔ آمد بالمقابل خرچ کم ہوئی ہے۔ اگر احباب یا جماعتیں مزید توجہ فرما دیں تو کمی پوری ہو سکتی ہے۔ خصوصاً وہ انجمنیں جہاں احباب زیادہ آئے اور چندہ کم۔

ذیل میں ہر ضلع سے جلسہ پر آنے والوں کی تعداد دی جاتی ہے:۔

ضلع	تعداد	ضلع	تعداد
(۱) گورداسپور	۴۲۲	(۴) امرتسر	۱۴۷
(۲) سیالکوٹ	۲۸۶	(۵) گجرات	۱۰۰
(۳) لاہور	۱۹۶	(۶) جہلم	۶۶

نام	تعداد
(۷) جالندھر	۴۷
(۸) سرگودہ	۲
(۹) ہزارہ	۲۶
(۱۰) نابھہ	۳
(۱۱) بلوچستان	۲
(۱۲) کرنال	۱
(۱۳) گوجرانوالہ	۹۰
(۱۴) ہوشیارپور	۶۶
(۱۵) ہندوستان	۴۳
(۱۶) جموں کشمیر	۲۷
(۱۷) کلکتہ	۱
(۱۸) حصار	۶
(۱۹) لائل پور	۷۷
(۲۰) کامل پور	۱
(۲۱) پشاور	۴۴
(۲۲) پٹیالہ	۳۸
(۲۳) لدھیانہ	۳۴
(۲۴) فیروزپور	۲۹
(۲۵) منٹگمری	۸
(۲۶) حیدرآباد سندھ	۵
(۲۷) شاہ پور	۳۰
(۲۸) شملہ	۹
(۲۹) میانوالی	۴
(۳۰) راولپنڈی	۱۲
(۳۱) ملتان	۸
(۳۲) ڈیرہ غازیخاں	۹
(۳۳) بہاولپور	۴

رپورٹ سالانہ اور روئداد جلسہ جسمیں تمام تقریریں ہوں گی رسالہ کی صورت میں انشاء اللہ علیحدہ چھپیں گی۔ رپورٹ مفت شائع ہوگی اور روئداد تھوڑی سی قیمت پر۔ اس کے لیئے احباب درخواستیں بھیجدیں مگر یہ ضروری ہے کہ سکرٹری صاحبان فنڈ ضروریات مقامی سے حسب گنجایش کافی تعداد روئداد کی منگاکر اپنے شہر میں مناسب جگہ مفت شائع کریں۔ اور احباب اپنے لیئے علیحدہ کاپیاں منگائیں۔

چودھری حاکم علی صاحب چک پنیار ضلع شاہ پور نے زمیندار جیننگ کمپنی بھلوال ضلع شاہ پور میں پانچ سو روپے کے کچھ حصے رکھے ہوئے ہیں۔ جن پر انشاء اللہ منافع بھی ہوتا ہے۔ چودھری صاحب نے یہ حصے اپنی وصیت کے حساب میں

بنام صدر انجمن احمدیہ منتقل کر دیئے ہیں مگر مجلس معتمدین اسے فروخت کرنا چاہتی ہے۔ اگر کوئی صاحب خریدار ہوں تو سکرٹری صدر انجمن سے خط و کتابت کریں۔

باہر سے جو نئے لڑکے آتے ہیں وہ عموماً عربی و دینیات میں کمزور ہوتے ہیں اور جماعت کے ساتھ مدرسہ میں چلنا انکو مشکل ہوتا ہے۔ اسلیئے پہلے استاد کے علاوہ ایک اور مدرس رکھنے کی تجویز منظور ہو گئی ہے۔ جو ایسے طلباء کو علیحدہ پڑھائے اور وہ جماعت کے ساتھ چل سکیں لہٰذا احباب اپنے بچے بھیجنے کی طرف توجہ فرماویں۔

یہ معلوم کرکے کہ بعض انجمنیں ضروریات مقامی کو صدر مقام کی ضروریات پر جو دراصل ضروریات سلسلہ ہیں مقدم کر رہی ہیں۔ مجلس معتمدین نے اپنے رزولیوشن ۵۸۵ مورخہ ۲۴-۲- دسمبر ۱۹۱۲ء میں فیصلہ کیا ہے کہ جملہ انجمنوں کو ہدایت کی جاتی ہے۔ کہ مقامی ضروریات پر سلسلہ کے چندوں کو مقدم کیا جاوے۔ اور صدر انجمن کے لیئے جسقدر چندہ ہوا کرے اس کے آٹھویں حصہ سے زیادہ مقامی ضروریات پر خرچ نہ کیا جاوے۔ مگر جیسے کہ پہلے اطلاع دی گئی ہے۔ یہ یاد رہنا چاہیئے کہ مقامی ضروریات پر صدر انجمن کے چندوں سے کچھ نہ خرچ کیا جاوے وہ رقم پوری کی پوری ہر ماہ یہاں پہنچنی چاہیئے۔ بلکہ مقامی ضروریات کے لیئے علیحدہ چندہ کیا جاوے جن میں سے سوائے کسی خاص ضرورت کے پیش آجانے کے عموماً اوپر کی نسبت سے زیادہ خرچ نہ کیا جاوے ؛ والسلام

محمد علی

سکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان

اظہار حق اس کتاب میں بڑی وضاحت کے ساتھ حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح اور اقوال سے جو گرنتھ صاحب جنم ساکھی۔ تواریخ خالصہ اور سکھوں کی دیگر مستند کتابوں سے لیئے گئے ہیں اور جن کے جابجا مفصل حوالے بھی دیئے گئے ہیں۔ یہ ثابت کیا گیا ہے کہ باوا صاحب ہندوؤں کے عقائد سے بالکل بیزار تھے۔ مورتی پوجا۔ مسئلہ چھوت چھات۔ تیرتھوں۔ رسم جنئو اور تناسخ وغیرہ کا کھنڈن یعنی رد کرتے تھے۔ اسلام کے مشہور اولیائے کرام کے مقابر پر فیض حاصل کرنے کے لیئے چلہ کشی کرتے رہے عقائد اسلام کے پورے پابند تھے ؛

تین سال اس کتاب کو شائع ہوئے ہوگئے ہیں۔ مگر اب تک کسی ہندو یا سکھ کو اس کا جواب لکھنے کی طاقت نہیں ہوئی جن صاحبوں کو سکھ مذہب کی تحقیق یا باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح پڑھنے کا شوق ہو یا جن احباب کو سکھوں کے ساتھ کبھی بات چیت کرنیکا موقعہ ملتا ہو وہ ضرور یہ کتاب پڑھیں

ملنے کا پتہ منیجر میگزین۔ قادیان ضلع گورداسپور

بیج! تازہ!! شرطیہ!!! لوسرن۔ سبز گھاس کا بیج۔ قیمت فی پونڈ (½ سیر) ۱۲؍ ۔گریو ملیا روبستا۔

ولایتی خوردنی سبزیوں کے بیج :- (قسم قسم کے) پیکٹ۔ قیمت ۳؍
دیسی خوردنی سبزیوں کے بیج :- 〃 〃 قیمت ۲؍
پھولوں کے بیج :- 〃 〃 قیمت ۳؍

پودے! پھول!! پیوندی پھلدار اور پھولدار پودے۔ ذن۔ گلاب۔ کروٹن وغیرہ۔ برائیڈل اور شادی کے گلدستے۔ ہار اور گردن نہایت واجبی قیمت پر ملیں گے۔ قیمت فی پودا ۳؍

سبزیاں! پھل!! ہفتہ وار۔ ہفتہ میں ۳ بار یا دو بار واجبی قیمت پر مہیا ہو سکتے ہیں ؛ درخواست پر مفصل فہرست قیمت اور جنرل کیٹلاگ روانہ کیا جائیگا۔ ٹی۔ ایس۔ گریاپا اینڈ سنز بنگلور

ڈاکٹر کی ہدایت

ہر ایک قسم کے بخار کیلیئے باٹلی والا کا بخار کا عرق اور گولیاں استعمال کرنی چاہیئے۔ قیمت ۱؍ باٹلی والا کی مقوی گولیاں۔ ضعف دماغ ضعف اعصاب۔ دق کے ابتدائی عوارض اور بدہضمی کیلیئے بہت مفید ہیں قیمت ۱؍ باٹلی والا کا دانتوں کا منجن۔ نہایت مفید قیمت ۴؍ باٹلی والا کی مرہم۔ داد پھوڑے پھنسیوں وغیرہ کو ایک دن میں آرام ہو جاتا ہے قیمت ۴؍ یہ تمام بڑے بڑے دوائی فروشوں سے یا براہ راست ڈاکٹر ایچ۔ ایل۔ باٹلی والا۔ جے۔ پی دارل لیبورٹیری۔ دادر بمبئی سے مل سکتی ہیں ؛

مطبع میگزین میں ماسٹر فقیر اللہ اسسٹنٹ مینیجر میگزین کے اہتمام سے طبع ہوا

فہرست مضامین رسالہ ریویو آف ریلیجنز۔ اُردو بابت ۱۹۱۲ء